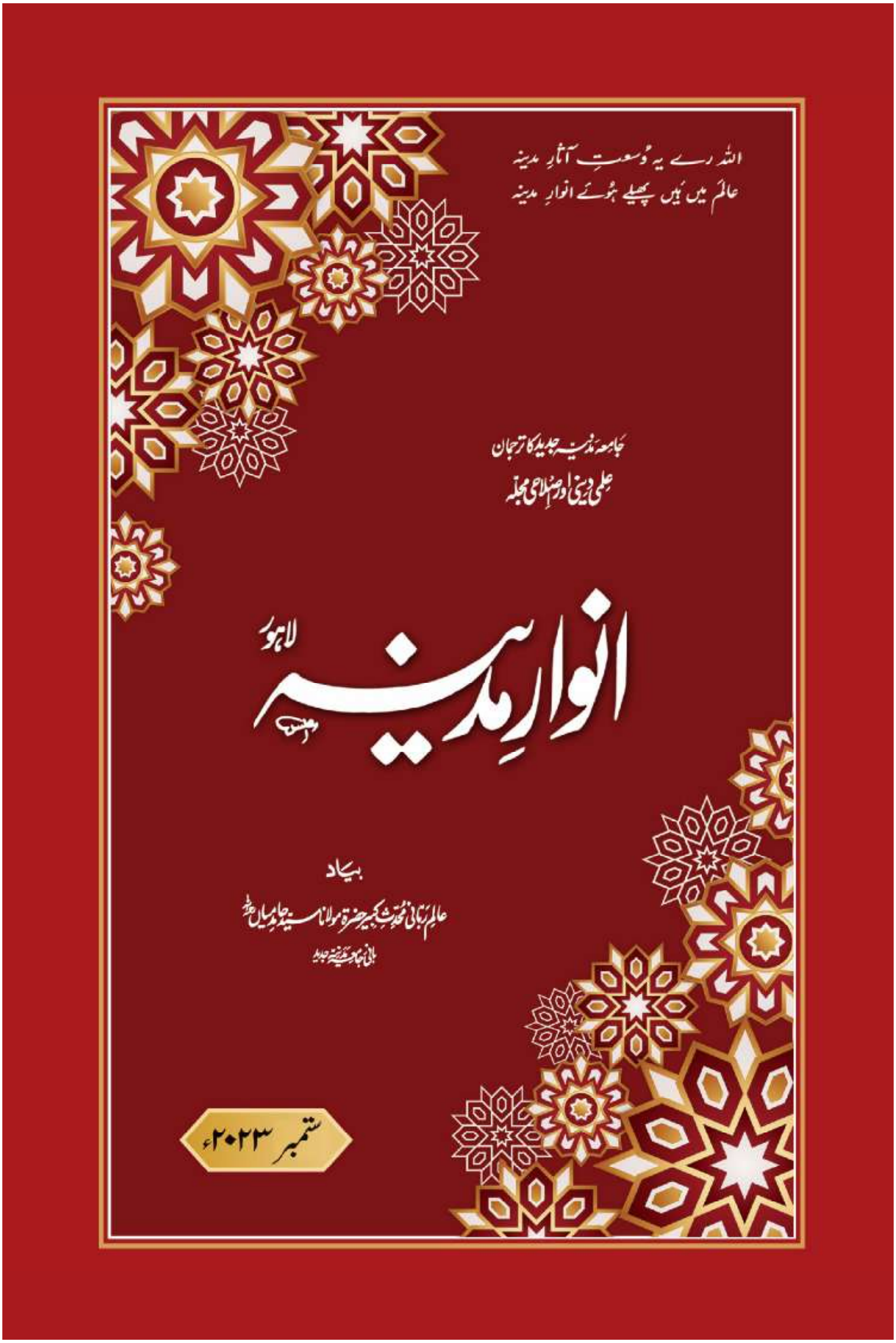
اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں
بانی جامعہ مدنیہ جدید
ستمبر ۲۰۲۳ء

ماہنامہ انوارِ مدینہ

شمارہ : ۹	صفرالمظفر ۱۴۴۵ھ / ستمبر ۲۰۲۳ء	جلد : ۳۱

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے	بدلِ اشتراک
''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور	پاکستان فی پرچہ 50 روپے......سالانہ 600 روپے
رابطہ نمبر : 0333 - 4249302	سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 90 ریال
جازکیش نمبر : 0304 - 4587751	بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 25 امریکی ڈالر
جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051	برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 20 ڈالر
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35399052	امریکہ .... سالانہ 30 ڈالر
موبائل : 0333 - 4249301	جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس
موبائل : 0335 - 4249302	www.jamiamadniajadeed.org
موبائل : 0323 - 4250027	E-mail: jmj786_56@hotmail.com
دارُالافتاء : 0321 - 4790560	darulifta@jamiamadniajadeed.org

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز			۴
درسِ حدیث		حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
یَثْرِبُ مدینةُ النبی ﷺ		حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ	۱۱
تربیتِ اولاد	قسط : ۶	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۰
رحمٰن کے خاص بندے	قسط : ۱۷	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۲۶
میرے حضرت مدنیؒ	قسط : ۲	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ	۳۱
سبق آموز تاریخی حقائق	قسط : ۱	حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ	۳۸
آبِ زم زم ..... فضائل اور برکات	قسط : ۱	حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب	۵۱
ربیع الاوّل، اُسوۂ رسول اور ہمارا طرزِ عمل		مولانا نور الحق فیض صاحب زوبی	۵۸
اخبار الجامعہ		ڈاکٹر محمد امجد صاحب	۶۱
وفیات			۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

۳۰؍ جولائی ۲۰۲۳ء کو صوبہ خیبر پختونخوا کی باجوڑ ایجنسی میں جمعیۃ علماء اسلام کے مقامی کنونشن میں خود کش بم دھماکے میں ۷۱؍ اَفراد شہید ہو گئے جبکہ سو سے زیادہ زخمی ہوئے !

پاکستان کی تاریخ میں جمعیۃ علماء اسلام کے جلسہ میں ہونے والے بدترین سانحہ کی اس سے پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی ! !

اگرچہ شہداء کے لواحقین اور زخمیوں کے لیے حکومت کی طرف سے نقد اِمداد دی گئی ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ملک میں درجنوں خفیہ ایجنسیاں اور ادارے ہیں اس جیسے حادثہ کا پہلے سے ادراک کر کے ان کا سد باب کرنا ان کی اوّل و آخر ذمہ داری ہے ! یقیناً ان کی طرف سے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی برتی گئی ہے ! جن سے یہ کوتاہی ہوئی ہے کیا اُن کا تعین کر کے اُن کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی ؟ اگر کی گئی ہے تو اس کو اب تک عوام کے سامنے کیوں نہیں لایا گیا ! ؟ اگر ان تمام کرداروں کی ماضی کی طرح اب بھی پردہ پوشی کی گئی تو آئندہ بھی اس جیسے حادثات کے امکانات مسترد نہیں کیے جاسکتے !

ملک میں جاری بدامنی کے اندھے طوفان میں کوئی اپنے کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا ! لہٰذا ہمارا مطالبہ ہے کہ سرکاری اداروں میں بیٹھے اِن افراد کو فی الفور بے نقاب کیا جائے جن کی غفلت اس سانحہ کا سبب بنی تاکہ عام آدمی میں عدم تحفظ کا احساس ختم ہو کر اطمینان کا ماحول پیدا ہونے پائے۔

دعا ہے کہ اللہ تمام شہداء کی مغفرت فرمائے ،ان کے پسماندگان کی کفالت فرمائے اور صبر جمیل عطا فرمائے ، اور زخمی ہونے والوں کو شفاءِ کاملہ عاجلہ عطا فرمائے ، ادارہ ان سب کے دکھ درد میں برابر کا شریک ہے

☆

۱۹ رمحرم الحرام ۱۴۴۵ھ/ ۶ ر اگست ۲۰۲۳ء کو اِتوار اور پیر کی درمیانی شب میں بعد عشاء اَحقر کی والدۂ ماجدۃ رحمۃ اللہ علیہا ایک برس کی طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اگلے دن صبح ساڑھے آٹھ بجے جامعہ مدنیہ جدید میں ان کی نمازِ جنازہ ہوئی جس میں طلباء اور مقامی افراد نے شرکت کی ، اعلان کے مطابق ان کی دوسری نمازِ جنازہ دس بجے بہاولپور روڈ کی عیدگاہ میں ادا کی گئی بعد ازاں قبرستان میانی صاحب میں حضرت اقدس والد ماجد نوراللہ مرقدہٗ کی قبر مبارک سے بالکل متصل جانب مشرق تدفین عمل میں آئی !

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھُمْ وَاغْفِرْلَنَا وَلَھُمْ وَاجْمَعْنَا مَعَھُمْ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن

قارئینِ کرام کی خدمت میں دعائے مغفرت اور حسبِ توفیق ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔ محمود میاں غفرلہٗ

مولای صلی وسلم دائمًا ابدًا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کا مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس رحمہ اللہ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

رمضان المبارک کی اہمیت ! قرآن اور رمضان ! عورتوں کے لیے ذکر

(درسِ حدیث نمبر ۱۶۶/۵۷ ۱۰ ؍ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/ ۳۱ ؍ مئی ۱۹۸۵ء)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہے کہ یہ رمضان المبارک کے دن ہیں، قرآنِ پاک کی تلاوت اور اِن اوقات میں کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کی خاص مناسبت ہے ! قرآن پاک کی تلاوت ہے، استغفار ہے، دُعا ہے، ذکر کی کثرت ہے جس طرح بھی ہو جن کلمات سے بھی ہو، اس کے اِن دنوں میں خاص اثرات مرتب ہوتے ہیں ! !

رمضان میں اچھے اور بُرے عمل کا اثر :

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ایک جگہ کہ جیسا رمضان گزارے گا آدمی ویسے ہی اُس کے اثرات ہوں گے ! خدا کی یاد میں اگر گزارا ہے تو سارے سال اس کے اثرات رہیں گے ! غفلت میں گزارا ہے تو سارے سال اس کے اثرات رہیں گے ! تو اتنا زیادہ رمضان کے اعمال کو دخل ہے ! تو قرآنِ پاک کی تلاوت وہ تو ہو ہی جاتی ہے، تراویح میں سننا بھی ہو جاتا ہے، حفاظ جو ہیں اُنہیں یاد کرنے کی وجہ سے زیادہ پڑھنا پڑتا ہے ! !

رمضان میں کیا کیا کرنا چاہیے ؟

باقی اور چیزیں کون سی ایسی ہیں کہ جو اِن دنوں میں کی جائیں ؟ تو دُعا، استغفار، تسبیح تہلیل (یعنی لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ پڑھنا)، یہ چیزیں ایسی ہیں جو کثرت کے ساتھ کرنی چاہئیں ! اس میں اجروثواب بھی ہے اور خدا کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے ! درود شریف کی کثرت کی بھی بڑی فضیلت ہے اور کچھ مقدار مقرر کر کے پڑھتا رہے ! کسی چیز کی کچھ مقدار کسی چیز کی کچھ مقدار، اس طرح سے کر لینا چاہیے ! حدیث شریف میں آتا ہے اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَئُہٗ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ [1]

اس حدیث شریف میں سُبْحَانَ اللّٰہُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی فضیلت بتائی گئی ہے کہ تسبیح جو ہے وہ نصف میزان ہے جیسے ترازو کسی بھی چیز کے تولنے کے لیے رکھی جائے تو ایک طرف باٹ رکھ دیا جائے دوسری طرف سُبْحَانَ اللّٰہُ رکھ دیا جائے تو یہ نصف میزان بن جائے گا نصف ترازو بن جائے گی بس وزن بتانا مقصود ہے کہ وزنی چیز ہے ! اور آدھی بھر چکی تھی آدھی خالی تھی تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ جب بندہ کہتا ہے تو یہ گویا ترازو بھر جاتا ہے ! وہ ترازو کا نصف وزن ہوا اور یہ بقیہ نصف کو پورا کر دیتا ہے ! لہٰذا فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَئُہٗ .

اور لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے یہ سیدھا اللہ کے پاس پہنچتا ہے یعنی مقبول ہوتا ہے ! ہر چیز اللہ کے پاس ہے اللہ ہر جگہ ہے ! مراد یہ ہے کہ مقامات جیسے بنا دیے ہیں (عالمِ بالا میں) جیسے (دنیا میں) مسجد بنا دی ہے کہ جماعت کرو ! جیسے کعبۃ اللہ بنایا ہے کہ اِدھر رُخ کرو، ساری دُنیا میں جہاں بھی ہو اِدھر رُخ کرو ! اسی طرح اللہ تعالیٰ نے (عالمِ بالا میں) مقامات بنا دیے ہیں تو اُس مقام تک یہ سیدھا پہنچ جاتا ہے ! اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں کوئی رُکاوٹ نہیں ! اور حجاب

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ثواب التسبیح و التحمید رقم الحدیث ۲۳۱۳

ہونے نہ ہونے کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ میں اور بندے میں فاصلہ ہے چیزوں میں فاصلہ ہے پردے سچ مچ کے ہیں ! ایک قسم کے پردے تو ہیں بلاشبہ جب ہی تو آنکھیں نہیں محسوس کرتیں ! ورنہ تو رویتِ باری تعالیٰ ہوتی ! لیکن یہ کہ فاصلہ ہو ! فاصلہ نہیں ہے اللہ ہر جگہ موجود ہے ! تو اِس میں بتایا گیا ہے کہ اس کی قبولیت میں کوئی دیر ہی نہیں لگتی ! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں اعتراف ہے کہ خدا کے سوا باقی کوئی قابلِ عبادت اور لائق پرستش نہیں !

حدیث شریف میں آتا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے یعنی توحید کا اقرار کرتا ہے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے ان الفاظ سے، مُخْلِصًا قَطُّ دل سے اِلَّا فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰی یُفْضِیَ اِلَی الْعَرْشِ تو اُس بندے کے لیے قبولیت کے واسطے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہ عرشِ الٰہی تک سیدھا پہنچ جاتا ہے ! یہ فضیلت اس جملہ کو حاصل ہے اس لیے اس جملے کو بولنے والے کو بھی فضیلت حاصل ہوگئی ! مگر وہ شخص جو یہ جملہ کہنے والا ہے اس فضیلت کا مستحق ہوگا ؟ اُس کے بارے میں فرمایا کہ مَا اجْتَنَبَ الْکَبَائِرَ [1] جب تک وہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے گا ! کبائر کا ارتکاب ایسی چیز ہے کہ اُس کے بعد قبولیت پر اثر پڑتا ہے اور فرق پڑتا ہے ! اور کبائر سے بچا رہے اگر تو اتنا بڑا درجہ ہے ! ! !

عورتوں کو کیا کرنا چاہیے ؟

آقائے نامدار ﷺ سے ایک صحابیہ نقل کرتی ہیں یُسَیرۃ اُن کا نام ہے مہاجر تھیں گھر بار ترک کرکے اسلام کے لیے ترکِ وطن کرکے تشریف لے آئی تھیں ! فرماتی ہیں قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَیْکُنَّ بِالتَّسْبِیْحِ وَالتَّھْلِیْلِ وَالتَّقْدِیْسِ یَعْنِی سُبْحَانَ اللّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ . اس طرح کے کلمات جو خدا کی پاکیزگی بیان کرتے ہوں وہ کہتی رہا کرو ! اور فرمایا وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ اور یہ جو ہیں پورے ان سے گنا کرو ! گنتے تو ہیں ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہُ، ۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ثواب التسبیح و التحمید رقم الحدیث ۲۳۱۴

ان ہی اُنگلیوں کے پوروں سے، اور بھی طریقے ہیں اس کے جن میں اُنگلیوں پر ہزار تک بلکہ ہزاروں تک گنا جا سکتا ہے ! ! !

اُنگلیوں کی گواہی :

تو ارشاد فرمایا اُنگلیوں سے گنتی رہو ! فَإِنَّ هُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ یہ جو اُنگلیاں ہیں ان سے بھی پوچھا جائے گا خدا کے یہاں ! اور ان سے بھی بلوایا جائے گا انہیں بولنے کی قوت دی جائے گی ! یہ جواب دیں گے یہ گواہی دیں گے ! اور فرمایا وَلَا تَغْفُلْنَ وَتُنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ [1] اور غفلت نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر رحمتِ الٰہی سے تم محروم کردی جاؤ بھلادی جاؤ ! رحمت تمہارے حصے میں نہ آنے پائے ایسے نہ کرو، غفلت منع ہے ! ذکر کسی نہ کسی طرح کرتا رہے آدمی یہ مطلوب ہے ! ہر آدمی اُس مقام پر پہنچ جائے جو بڑے بڑے حضرات کا مقام ہے وہ تو کارِ دارد ہے ! لیکن اتنا جتنا کہ حدیث میں بتایا ہے اُتنا ہر آدمی کرتا رہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے تو فائدہ ایک نسبت کا حاصل ہوجاتا ہے ! ! !

نسبت کا مطلب ؟

نسبت کے معنٰی کیا ہیں ؟ نسبت کے معنٰی ہیں ایمان کی قوت، اللہ کی ذات کے ساتھ دل کا ایک ربط خاص مضبوط قسم کا، وہ نسبت کہلاتا ہے ! یہ اَذکارِ مسنونہ، تلاوت، تسبیح تہلیل وغیرہ اگر کرتے رہیں ایک عرصہ تک تو یہ نسبت حاصل ہوجاتی ہے ! قرآنِ پاک پڑھنے پڑھانے والے کو بھی ! تفسیر پڑھنے پڑھانے والوں کو بھی ! حدیث اور علومِ دینی جو پڑھتے پڑھاتے ہیں اُن کو بھی اسی طرح سے حاصل ہوجاتی ہے ایک نسبتِ خاص ! تعلق مع اللہ قوی قسم کا جس کے بعد پھر شک وتردد نہیں آتا ! اور اللہ اُس کو کفر سے اور کفریات سے محفوظ رکھتا ہے ! تو آقائے نامدار ﷺ نے یہ طریقے بتائے

---

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ثواب التسبیح و التحمید رقم الحدیث ۲۳۱۶

وہ کلمات بتائے جو خدا کو بہت پسند ہیں اور کتنے پسند ہیں وہ مثال دے دے کر بتایا کہ ایسے پسند ہیں ایسے پسند ہیں اور ایسے پسند ہیں ! کہیں ترازو کا بتا دیا، کہیں یہ بتا دیا کہ اِس کلمے اور خدا کے درمیان قبولیت میں کوئی فاصلہ نہیں، کوئی چیز حائل نہیں ہے ! آسمان وزمین کے فاصلے وہ بھی حائل نہیں بلکہ جیسے کوئی فاصلہ ہی نہیں ! تو اس طرح سے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے ! !

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے، اپنی رضا اور فضل ورحمتوں سے ہمیں دُنیا اور آخرت میں نوازے، آمین۔ اختتامی دعا.................(مطبوعہ ماہنامہ انوارِ مدینہ اکتوبر ۲۰۰۵)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (ادارہ)

یَثْرِبُ مدینۃ النبی ﷺ

مؤرخِ ملت حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کی تصنیفِ لطیف

سیرتِ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے چند اَوراق

نیا دارِ ہجرت :

اب تک حبش دارِ ہجرت تھا اس بیعت کے بعد ایک دارِ ہجرت کا اضافہ ہوگیا مکہ کو خیر باد کہنے والے اب یَثْرِبُ آنے لگے ! !

ماہ شوال ختم ہورہا تھا ذیقعدہ شروع تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کا ارادہ کرلیا ۱؎ اجازت لینے کے لیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کچھ توقف کیجیے اُمید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی ! حضرت ابوبکرؓ نے یہ ارشاد سنا تو تعجب ہوا ! مکرر دریافت کیا، کیا آپ کو یہ توقع ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں اُمید تو یہی ہے ۲؎ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اس سے زیادہ مسرت کی بات کیا ہوسکتی تھی کہ شرفِ رفاقت حاصل ہو ! آپ نے اُس وقت اِرادہ ملتوی کردیا اور اپنے آقا کے ساتھ سفر کرنے کی تیاری شروع کردی، فوراً دو عمدہ سانڈنیاں خرید لیں ۳؎ اور اِس خیال سے کہ نہ معلوم کس وقت حکم ہوجائے، ان سانڈوں کو چرواہے کے حوالے نہیں کیا بلکہ گھر پر کھڑا رکھا

۱؎ ابھی تک بیعتِ عقبہ ثانیہ نہیں ہوئی تھی جس میں آنحضرت ﷺ کی ہجرت کی گفتگو ہوئی اور حضراتِ انصار سے عہد لیا گیا

۲؎ بخاری شریف ص ۵۵۳

۳؎ بخاری شریف وغیرہ کی روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چار ماہ تک ان سانڈنیوں کو گھر پر رکھ کر چارہ کھلاتے رہے جن کو آپ نے سفر ہجرت کے لیے خریدا تھا ! سفر ہجرت ربیع اوّل کے آغاز میں ہوا تو ان سانڈنیوں کو شوال کے آخر یا ذیقعدہ کے شروع میں خریدا ہوگا۔

اور بازار سے چارہ خرید کر کھلاتے رہے، اس انتظار میں چار ہ ماہ گزر گئے اس اثناء میں بیعتِ عقبہ ثانیہ بھی ہوئی جس کا ذکر آگے آئے گا !

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دو سانڈنیاں ہی نہیں خریدیں بلکہ سفر کا نقشہ ذہن میں جما کر ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کر لیں حتی کہ سفر میں ایک تحریر لکھنے کی ضرورت پیش آئی تو تحریر کا تمام سامان ساتھ تھا ! ٹھنڈے پانی کا اور نہ صرف پانی بلکہ آنحضرت ﷺ کو پانی پلانے کے برتن کا بھی یہ انتظام تھا کہ اس کے منہ پر کپڑا بندھا رہتا تھا جیسا کہ سراقة جعشم کے واقعہ میں آئندہ معلوم ہوگا ان شاء اللہ ! !

بیعتِ عقبہ دوم :

پچھلے سال چھ مسلمانوں کی کوشش سے یثرب کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا ہونے لگا تھا اس سال حضرت مصعب بن عمیر مقری رضی اللہ عنہ کی رہنمائی میں بارہ حضرات نے کوشش کی تو نہ صرف یثرب بلکہ یثرب کے باہر موضع قبا تک اسلام پہنچ گیا ! اسلام کیا تھا ؟ صرف کلمہ توحید پڑھ لینا ! بے شک قانونی اور فقہی نقطۂ نظر سے کسی کو مسلمان قرار دینے کے لیے یہی کافی ہے لیکن سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جس اسلام کا درس دے رہے تھے وہ قانونی نمائش سے بہت بلند تھا ! حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا مکتب مکتبِ عشق تھا، یہاں ایثار اور فدائیت کا درس دیا جاتا تھا ! مشائخِ طریقت کے یہاں ''درجۂ فنا'' آخری منزل ہے یہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی خانقاہ کا پہلا سبق ہوتا تھا ! !

قرآنِ حکیم نے مومن کی شان یہ بتائی ہے ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ [۱]

اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [۲]

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی دعوت کی خصوصیت یہ تھی کہ جیسے ہی زبان پر کلمۂ توحید جاری ہوتا دل کے خلوت کدہ میں عشق و محبت کی شمع روشن ہو جاتی جو نہ صرف ظلمت دُور کرتی بلکہ اَنانیت کو بھی فنا کر دیتی تھی !

---

[۱] ''جو ایمان لائے وہ بہت مضبوط ہوتے ہیں اللہ کی محبت میں'' [۲] ''کوئی مومن کہلانے کے لائق نہیں ہوتا جب تک میں اُس کو باپ اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''

آنحضرت ﷺ کو یثرب میں تشریف لانے کی دعوت دینا صرف ایک معزز مہمان کو بلانا نہیں تھا بلکہ ایک ہیبت انگیز اور حد سے زیادہ پُر خطر اِقدام تھا ! آپ کو تشریف لانے کی دعوت دینا ایک عظیم ترین انقلاب کو دعوت دینا تھا یعنی ایسی حاکمیت کو تسلیم کرنا تھا جس کے مقابلہ میں ہر ایک حاکمیت ختم ہورہی تھی ! ! اَوس اور خزرج کے رُؤسا اور شیوخ خصوصًا عبداللہ بن اُبی ابن سلول رئیسِ خزرج اور ابوعامر بن صیفی بن نعمان رئیسِ اوس جو نہ صرف حاکمیت بلکہ ملوکیت اور بادشاہت کے خواب دیکھ رہے تھے آنحضرت ﷺ کا مدینہ تشریف لے آنا ان سب کے لیے پیغامِ ناکامی تھا اور اُن سب کے لیے مایوس کن تھا جو اُن کی حاکمیت تسلیم کرانے کے لیے ایسے سرگرم اور پُر جوش تھے کہ عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے لیے شاہانہ تاج کی تیاری کی فرمائش بھی دے چکے تھے ! !

دوسری طرف آپ کی تشریف آوری قریش کی ناکامی تھی اور تشریف آوری کی دعوت دینا قریش جیسی جماعت کے مقابلہ پر سینہ سپر ہونا تھا جس کی عظمت کی چھاپ ہر ایک عربی بولنے والے کے دل پر تھی ! اور جس کی ناکامی پورے عرب کی ناکامی تھی !

اس کے علاوہ اقتصادی مسائل بھی نہایت اہم تھے مثلاً محمد رسول اللہ ﷺ کے جانثار جو اہل وعیال کو ساتھ لے کر آئیں گے ان کی ضروریاتِ زندگی کس طرح فراہم ہوں گی ؟ ! ! یہ تمام مسائل تھے جو ایمان لانے والے تھے وہ دانشمند تھے ان تمام باتوں کو سمجھتے تھے مگر ان کے ایمان کی حرارت اس طرح کے تمام خطرات کے لیے برقِ خرمن سوز تھی [1]

عشق چوں خام ست باشد بستہ ناموس و ننگ
پختہ مغزانِ جنوں را کے حیا زنجیر پاست
با ہر کمال اندکے آشفتگی خوش ست
ہر چند عقل کل شدۂ بے جنوں مباش [2]

---

[1] ایسی بجلی جو کھیت جلا ڈالے [2] ترجمہ : عشق جب تک کچا ہو تو عزت وناموس کے ساتھ بندھا ہوتا ہے، جنون میں پختہ لوگوں کے لیے شرم وحیا پاؤں کی زنجیر کیسے بن سکتی ہے ! ہر کمال کے ساتھ تھوڑی سی پریشانی بھی چاہیے، تمہاری عقل جتنی بھی کامل ہو جائے پھر بھی بے غیر جنون کے نا رہے !

یہ نومسلم تھے ان کا اسلام نیا تھا مگر یہ نیا اسلام سراسر عشق تھا جس نے محبوب کے لیے ہر ایک قربانی اور اِیثار کو محبوب بنا دیا تھا ! !

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

حج کا زمانہ آیا اوس و خزرج کے تقریبًا پانچ سو اَفراد حج کے لیے روانہ ہوئے ! یہ اہلِ ایمان بھی اِس عزم کے ساتھ روانہ ہوئے کہ محبوب ربُ العالمین کو دعوت دیں کہ وہ مکہ کی خشک پہاڑیوں کو خیر باد کہیں اور یثرب کے سبزہ زار کو اِیمان کا کِشتِ زار بنائیں ! [1] لیکن یثرب کے سربراہ جو قریش کے ہم مشرب و ہم نوا تھے اس جرأت کے لیے تیار نہیں تھے جس میں قریش سے براہِ راست تصادم تھا ! لہٰذا ان فدا کاروں نے اپنے منصوبہ کو پوشیدہ رکھا ان کی تعداد تہتر تھی [2] ان میں دو عورتیں تھیں تیس نوجوان باقی اُدھیڑ عمر !

مکہ پہنچ کر بھی اس منصوبہ کو راز ہی رکھا اور رازداری کے ساتھ تاریخ وقت اور مقام طے کیا گیا ! ! ۱۱ / ذی الحجہ کی رات [3] چاند آدھی مسافت طے کر چکا لوگ سو گئے تو طے کردہ خفیہ قرارداد کے بموجب اسلام کے یہ جانثار فرداً فرداً روانہ ہوئے [4] اور اسی گھاٹی میں پہنچے جہاں گزشتہ سال بیعت ہوئی تھی ! سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چچا عباسؓ وہاں رونق اَفروز ہو چکے تھے ! یہ بھی خواجہ ابوطالب کی طرح آنحضرت ﷺ کے سچے بہی خواہ، محافظ اور جان چھڑکنے والے مددگار تھے ! اور اگرچہ عمر میں صرف دو سال بڑے تھے مگر خود کو اپنے عزیز بھتیجے کا سرپرست سمجھتے تھے [5] اور تجارتی کاروبار کے باعث باہر آنا جانا رہتا تھا تو قبائل سے واقف تھے، شیوخ قبائل سے تعلقات تھے ان کو

---

[1] ہرا بھرا کھیت [2] ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۶ ابن اسحاق نے ان کے نام بھی شمار کرائے ہیں ج ۱ ص ۲۷۳ تا ۲۷۹

[3] وسط ایام التشریق لیلة النفر الاوّل اذا ھدأت الرجل (ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۹) فتسلل تسلل القطا مستخفین (ابن ھشام ج ۱ ص ۲۶۶)

[4] سب سے پہلے رافع بن مالک ازرقی رضی اللہ عنہ باریاب ہوئے۔ ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۹

[5] تعمیر کعبہ کے وقت جب پتھر ڈھو رہے تھے تو آپ نے اسی بزرگانہ شفقت کی وجہ سے بھتیجے محمد (ﷺ) کو فرمائش کی تھی کہ لنگی کھول کر مونڈے پر رکھ لیں تا کہ پتھر کی رگڑ نہ لگے۔

جانتے پہچانتے تھے اس تعارف کے ساتھ خوبی یہ تھی کہ بات کرنے کا بھی اچھا سلیقہ تھا چنانچہ جب آنے والے آگئے تو سلسلۂ کلام آپ نے ہی شروع کیا ! !

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خطاب :

آپ جس ارادہ سے آئے ہیں یقین ہے کہ اس کی ذمہ داری کا بھی آپ صاحبان نے بخوبی اندازہ کرلیا ہوگا ! محمد ﷺ کی حمایت پورے عرب کی مخالفت ہے، محمد ﷺ اپنے خاندان کے سب سے زیادہ باعزت رُکن ہیں، خاندان کا ہرفرد اِن کی حفاظت کے لیے سربکف رہتا ہے، جو اِن کے ہم نوا ہوگئے ہیں وہ ہم نوائی کی وجہ سے اور جو اِن کے ہم نوا نہیں ہوئے ہیں وہ خاندانی حمایت، قرابت اور خود اِن کے اخلاق و کردار کی وجہ سے ان کے جاں نثار ہیں ! محمد ﷺ کی حفاظت سے ہم نہ اُکتائے ہیں نہ تھکے ہیں ! محمد ﷺ نے خود ہی آپ کی دعوت منظور کی ہے اور وہ ہم سے الگ ہو کر آپ کے یہاں جانا چاہتے ہیں !

آپ پوری طرح غور کرلیں، اپنی طاقت اور ہمت کا موازنہ کرلیں، پورے عرب کی متحدہ طاقت سے آپ کو مقابلہ کرنا ہوگا ! سارا عرب ایک کمان سے آپ پر پتھر برسائے گا ! کیا آپ میں مقابلہ کی طاقت ہے ؟ ؟ آپ صاحبان کو لڑائیوں کا تجربہ ہے، کیا آپ لوگ نامعلوم مدت تک پامردی اور استقلال سے پورے عرب کے مقابلے میں ثابت قدم رہ سکیں گے ؟ ؟ صاف بات اچھی ہوتی ہے پوری طرح سوچ لو، جدا ہونے سے پہلے پختہ فیصلہ کرلو، بعد کی شرمندگی سے اِس وقت کی صاف بات ہزار درجہ بہتر ہے ! ! ! [1]

جوابی خطاب :

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات ختم ہوئی تو حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے مجمع کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا [2]

---

[1] ابن سعد ج ا ص ۱۴۹ [2] یہ سب سے زیادہ سن رسیدہ اور اپنی جماعت کے سردار تھے۔ سیّدنا و کبیرنا (کعب بن مالک رضی اللہ عنہ) (سیرۃ ابن ہشام ج ا ص ۶۲۴) مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری سے ایک ماہ پہلے وفات پاچکے تھے۔ (فتح الباری)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آپ نے جو فرمایا ہم پہلے سے ہی سمجھے ہوئے ہیں ! ہم وفاداری سچائی اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر دینے کا عزمِ مصمم لے کر یہاں آئے ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں حضرت والا (جن کے لیے سر ہتھیلی پر رکھ کر ہم یہاں آئے ہیں) فرمائیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں ؟ ؟

آنحضرت ﷺ کا خطاب :

آنحضرت ﷺ نے کلام پاک کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں پھر فرمایا میں

(الف) اپنے رب (پروردگار) کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ صرف اُسی وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کی عبادت کرو اُس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو !

(ب) اپنی ذات اور اپنے صحابہ (ساتھیوں) کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ ہمیں رہنے کو جگہ دو، ہماری مدد کرو اور جس طرح تم خود اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہو ہماری بھی حفاظت کرو ! ایک روایت میں ہے کہ جس طرح اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہو ہماری حفاظت کرو !

مجمع نے دریافت کیا ہمیں کیا ملے گا ؟ ؟ فرمایا ''جنت'' ! ! ! [۱]

اس کے بعد جوابی تقریریں شروع ہوئیں :

(۱) سیّد القوم حضرت براء بن معرورؓ نے دستِ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا اور عرض کیا :

(بقیہ حاشیہ ص ۱۵)

لطیفہ : جب یہ حضرت (براء بن معرور) یثرب سے روانہ ہوئے تو راستہ میں سوال پیدا ہوا کہ نماز کس رُخ پڑھنی چاہیے شام کا رُخ کر کے یا کعبہ کا رُخ کر کے ؟ سب کی رائے ہوئی کہ شام کی طرف ! مگر حضرت براء رضی اللہ عنہ نے طے کیا کہ وہ کعبہ کی طرف نماز پڑھا کریں گے، راستہ بھر یہی رہا کہ ساتھی شام کی طرف نماز پڑھتے رہے اور یہ کعبہ کی طرف ! جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے استفتاء کیا تو آپ نے شام کی طرف نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۴، ۲۶۵)

[۱] مسند امام احمد ج ۳ ص ۱۲۰ و سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۶ کسی دنیاوی ترقی یا برتری کا وعدہ نہیں ہے جو کچھ ہو آخرت کے لیے ہو صرف اسی کا وعدہ ہے اور یہی نصب العین ہے۔ محمد میاں عفی عنہ

''یقیناً ہم اسی طرح حفاظت کریں گے، ہم کسی کے مقابلہ سے جان چرانے والے نہیں ہیں (ہم اَبناء الحرُوب ہیں) لڑائیوں کی گود میں پلے ہیں، آباء واجداد سے یہی ترکہ میں ملا ہے''

(۲) عباس بن عبادۃ بن نضالۃ انصاری رضی اللہ عنہ نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا :

''حضرات ! آپ سمجھتے ہیں کیا ہو رہا ہے ہم عہد کر رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں پوری دنیا کا مقابلہ کریں گے ! ہر ایک گورے اور کالے کے مقابلے میں سینہ سپر ہوں گے، جانیں قربان کریں گے، مال لٹائیں گے، ہمارے سردار مارے جائیں گے، کیا ہم تیار ہیں ؟ اگر ایسا نہ کرسکیں تو کل کے بجائے آج الگ ہوجائیں، آج دامن بچالینا کل کی رُسوائی سے بہت بہتر ہے'' ! !

(۳) حضرت ابو الھیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا :

''یارسول اللہ گستاخی معاف، ایک بات واضح کرنی ہے، یہودیوں اور دوسرے قبائل سے ہمارے تعلقات ہیں، یہ تعلقات اب باقی نہیں رہیں گے مگر ایسا تو نہ ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمادیں آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے لوگوں میں چلے جائیں''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ سنے تو مسکراتے ہوئے فرمایا :

''یہ نہیں ہوسکتا، آپ کا خون میرا خون، آپ کی ناکامی میری ناکامی، میں آپ کا آپ میرے، جن سے تمہاری جنگ اُن سے میری جنگ، جن سے تمہاری صلح اُن سے میری صلح'' ! !

اس کے بعد سلسلۂ بیعت شروع ہوا حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کی[1]

---

[1] ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسعد بن زُرارہ نے بیعت کی اور بنو عبدالاشہل کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابو الھیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، مگر ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ یہ حضرات بہت پہلے مسلمان ہوچکے تھے اِس وقت ان حضرات نے مکرر بیعت کی، نئے بیعت کرنے والوں میں اِس وقت حضرت براء ہی تھے رضی اللہ عنہم اجمعین واللہ اعلم بالصواب !

بیعت میں اسی عہد کو دہرایا گیا۱ جو پہلی بیعت (عقبہ اُولیٰ) کے وقت کیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے، اللہ کا کسی کو شریک نہیں گردانیں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے، کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے، جس اچھی بات کا حکم کیا جائے گا تعمیل کریں گے، نافرمانی نہیں کریں گے ! اس کے علاوہ یہ بھی عہد لیا گیا کسی کو ناحق قتل نہیں کریں گے ۲ لوٹ نہیں ڈالیں گے ۳ ہر موقع پر حق بات کہیں گے، کسی کی مذمت و ملامت کا خوف

---

۱ سُورۂ ممتحنہ میں آنحضرت ﷺ کو فرمائش کی گئی ہے کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آئیں ان سے آپ بیعت لیجیے اس بیعت میں انہیں چھ چیزوں کا تذکرہ ہے، اس مناسبت سے اس بیعت کو ''بیعت نساء'' کہتے ہیں۔ مردوں سے اس موقع پر ان ہی باتوں کا عہد کرا گیا اس کے بعد بہت سے مواقع آئے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے خاص اُس موقع کے لحاظ سے صحابہ کرام سے بیعت لی ہے مثلاً ایک مرتبہ اس پر بیعت لی اور عہد کرایا کہ کسی سے کوئی سوال نہیں کریں گے ! ایک مرتبہ اس پر بیعت لی کہ ہر ایک کے حق میں خیر خواہی کریں گے ! (بخاری شریف ص ۱۴) یا مثلاً حدیبیہ کے موقع پر بیعت لی گئی جس کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے کہ مر جائیں گے مگر میدان سے نہیں ہٹیں گے ! !

۲ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَھِبَ وَلَا نَعْصِیْ بِالْجَنَّۃِ (بخاری شریف ص ۵۵۰، ۵۵۱)

۳ یاد رکھیے غنیمت کو لوٹ نہیں کہا جا سکتا ! لوٹ کو آنحضرت ﷺ نے گناہِ کبیرہ قرار دیا ہے، جس طرح مُثلۃ (ناک کان کاٹ ڈالنے) سے منع فرمایا ایسے ہی النُّھبۃ (لوٹ) سے منع فرمایا۔ اس پر بیعت لی کہ لوٹ نہیں ڈالیں گے (ایضاً ص ۳۳۶) لوٹ ڈالنے والے کے متعلق فرمایا مَنِ انْتَھَبَ نُھْبَۃً مَشْھُوْرَۃً فَلَیْسَ مِنَّا (ابوداوٗد : ۴۳۹۱) گویا وہ مسلمان ہی نہیں ؟ لوٹ کا مقصد ذاتی مفاد ہوتا ہے ! خوفِ خدا جماعتی نظم یا امانت اور دیانت کا کوئی ضابطہ لوٹ میں نہیں آتا ! غنیمت میں یہ تمام باتیں شرط ہوتی ہیں، غنیمت میں جو کچھ لیا جاتا ہے وہ پوری احتیاط اور دیانتداری کے ساتھ جمع کرایا جاتا ہے، ایک شخص میدانِ جنگ میں مارا گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ھُوَ فِی النَّارِ یہ دوزخ میں گیا ! صحابہ کو تعجب ہوا ! سامان کی تلاشی لی تو ایک عبا (اچکن) برآمد ہوئی جو مالِ غنیمت میں سے بلا اجازت اس شخص نے رکھ لی تھی (بخاری شریف ص ۴۳۲) انتہا یہ کہ جوتہ کے تسمہ کے متعلق بھی یہی ارشاد ہوا شِرَاکٌ اور شِرَاکَیْنِ مِنَ نَّارٍ (بخاری شریف ص ۶۰۸) غنیمت کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ غنیم کے مال کو سرکاری طور پر ضبط کر لینے کا نام غنیمت ہے ! کچھ نا آشنائے ادب مصنف جو بظاہر اپنا درجہ حضراتِ صحابہ سے کم رکھنا نہیں چاہتے وہ غنیمت کے لیے بلا تکلف لوٹ کا لفظ استعمال کرتے ہیں معاذ اللہ

ہمیں کبھی بھی حق بات کہنے سے نہیں روک سکے گا ، جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یثرب تشریف لے آئیں گے تو اپنی اولاد اور خود اپنی جانوں کی طرح ان کی حفاظت کریں گے [۱] ان سب باتوں کا بدلہ جنت ہوگا [۲]

بارہ نقیب :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت میں بارہ نقیب منتخب فرمائے تاکہ حالات کی نگرانی رکھیں [۳] ان کے نام خود اَنصار نے پیش کیے تھے ان میں سے نو خزرج کے تھے اور تین اَوس کے ! !

بروایت ابنِ اسحاق ان کے نام یہ ہیں [۴]

ابو اُمامة اسعد بن زُرارة ، سعد بن ربیع ، عبداللّٰہ بن رواحة ، رافع بن مالك، براء بن معرور، عبداللّٰہ بن عمرو بن حرام ، عبادة بن صامت، سعد بن عبادة ، منذر بن عمرو بن خنیس، اُسید بن حضیر، سعد بن خیثمة ، رفاعة بن عبدالمنذر رضوان اللّٰہ تعالٰی علیهم اجمعین

جلسہ ختم ہوا سب حضرات اپنی اپنی قیام گاہوں پر خاموشی سے واپس ہوگئے، طے یہ ہوا کہ صبح سویرے الگ الگ اپنی اپنی قیام گاہ سے مدینہ روانہ ہوجائیں گے ! ! ! (جاری ہے)

(ماخوذ اَز سیرتِ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۱۴ تا ۳۲۳)

---

[۱] بیہقی بحواله البدایة والنهایة ج۳ ص ۱۶۳ [۲] صحیح البخاری ص ۵۵۱

[۳] لیکونوا علی قومهم بما فیهم (سیرة ابنِ هشام ج۱ ص ۲۶۷)

[۴] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ میں ان سب ناموں کو جمع کردیا ہے۔ (ابن ہشام ج۱ ص ۲۶۸)

قسط : ٦

تربیتِ اولاد

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ ﴾

زیرِ نظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل و نقل اور تجربہ کی روشنی میں اولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی و جسمانی تعلیم و تربیت کے اسلامی طریقے اور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں ! پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ، عقیقہ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اس کا مطالعہ اَولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے ان شاء اللہ مفید ہوگا۔اس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی ان شاء اللہ ! اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین

چھوٹی اَولاد کے مرجانے کے فضائل :

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس شخص کے تین بچے مرگئے ہوں وہ اُس کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائیں گے ! کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کسی کے دو بچے مرے ہوں ؟ فرمایا وہ بھی ! اِس پر کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس کا ایک ہی مرا ہو ؟ فرمایا وہ بھی ! کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس کا ایک بھی نہ مرا ہو ؟ تو آپ نے فرمایا اَنَا فَرَطٌ لِاُمَّتِیْ وَلَنْ یُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ میں اپنی اُمت کا آگے جا کر سامان کرنے والا ہوں اور میری موت جیسا حادثہ میری اُمت پر کوئی نہ آئے گا، اس لیے اُن کے واسطے وفات کا صدمہ ہی مغفرت کے لیے کافی ہے یعنی آگے جا کر اُمت کے لیے مغفرت کی کوشش و سفارش کروں گا ! ! !

اس پر شاید کوئی یہ کہے کہ جیسے بے اَولادوں کے لیے حضور ﷺ کی وفات کافی ہے ایسے ہی اَولاد والوں کے لیے بھی کافی تھی پھر اَولاد کی شفاعت کی ضرورت کیا تھی ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو زیادہ تسلی کے لیے اس کی ضرورت تھی، دو وجہ سے ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ تو اَدب وخوف کے ساتھ سفارش فرمائیں گے اور بچہ ضد کے ساتھ شفاعت کرے گا ! یہ بچے جس طرح یہاں والدین (ماں باپ) سے ضد کرتے ہیں قیامت میں اللہ تعالیٰ سے بھی ضد اَور ناز ونخرے کریں گے چنانچہ اَحادیث میں آتا ہے کہ بچہ جنت کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو جائے گا اُس سے کہا جائے گا کہ اَندر جاؤ کہے گا نہیں جاتا ! پوچھیں گے کیوں ؟ کہے گا جب تک ہمارے ماں باپ ہمارے ساتھ نہ ہوں گے اُس وقت تک ہم جنت میں نہیں جا سکتے ! تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے

اَیُّھَا الطِّفْلُ الْمُرَاغِمُ رَبَّہٗ اَدْخِلْ اَبَوَیْکَ الْجَنَّةَ

''اے اپنے پروردگار سے ضد کرنے والے بچے جا اپنے ماں باپ کو بھی جنت میں لے جا''

دوسرے عقلاً شفاعت کرنے والوں کی تعداد بڑھنے سے زیادہ قوت وتسلی ہوتی ہے اگرچہ حضور ﷺ کو اِس کی ضرورت نہیں، آپ تنہا ہی کافی ہیں مگر طبعًا (فطری طور پر) عدد بڑھنے سے تسلی زیادہ ہوتی ہے [1]

ایک بزرگ کی حکایت :

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ اُنہوں نے جوانی میں نکاح نہ کیا تھا اور بے نکاح رہنے ہی کی نیت کی تھی، ہر چند مریدوں نے عرض بھی کیا کہ شادی کر لیجیے مگر آپ نے منظور نہیں کیا، ایک دفعہ دوپہر کو سو کر اُٹھے تو اُسی وقت تقاضا کیا کہ میرا نکاح کرو ! مریدوں نے فورًا اِس کی تکمیل کی، ایک مرید نے اپنی لڑکی سے نکاح کر دیا آپ نکاح کے حقوق اَدا کرتے رہے یہاں تک کہ ایک لڑکا بھی پیدا ہوا اَور کچھ دنوں کے بعد مر گیا تو آپ نے فرمایا الحمد للہ مراد حاصل ہوگئی اور بیوی سے کہا کہ اب مجھے تیری ضرورت نہیں میرا جو مقصود تھا پورا ہو گیا۔ اب اگر نکاح کا لطف حاصل کرنا چاہے تو میں طلاق دے کر کسی جوان صالح سے نکاح کر دُوں اور اگر میرے پاس رہنا چاہے تو کھانے پینے کی تیرے واسطے کمی نہیں

[1] اَلْجَبْرُ بِالصَّبْرِ ملحقہ فضائل صبر وشکر ص ۳۳۱

مگر حقوقِ نکاح کا مطالبہ نہ کرنا۔ وہ لڑکی بھی نیک تھی اُس نے کہا مجھے تو صرف آپ کی خدمت مقصود ہے اور کچھ مطلوب نہیں ! !

خدام کو یہ بات سن کر حیرت ہوئی کہ پہلے تو اِس تقاضے سے نکاح کیا تھا اور اب طلاق دینے کو آمادہ ہوگئے ! خدام نے (اُن بزرگ سے) اِس کا سبب پوچھا ؟ فرمایا کہ میں نے نکاح کا تقاضا کسی نفسانی ضرورت کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ اُس کی منشاء (سبب) یہ تھا کہ میں نے خواب دیکھا تھا کہ میدانِ قیامت برپا ہے اور لوگ پل صراط سے گزر رہے ہیں جو دوزخ کے اُوپر بچھا ہوا ہے، پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ پل صراط سے گزرتے ہوئے اُس کے قدم ڈگمگائے اور قریب تھا کہ جہنم میں جا گرے کہ اچانک ایک بچہ نے آکر اُس کو سنبھالا اور مضبوطی کے ساتھ اُس کا ہاتھ پکڑ کر بجلی کی طرح پل صراط سے پار لے گیا ! میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ بچہ کون تھا ؟ کہا کہ اُسی شخص کا بیٹا تھا بچپن میں انتقال ہوگیا تھا آج اُس کا سفارشی ہوگیا ! خواب سے بیدار ہوکر مجھے فکر ہوئی کہ میرے پاس آخرت کی اور جائیدادیں تو ہیں یعنی عبادتیں نماز روزہ وغیرہ مگر یہ جائیداد نہیں اس لیے میں نے چاہا کہ یہ جائیداد بھی پاس ہونی چاہیے چنانچہ نکاح ہوا اور بچہ پیدا ہوکر مر گیا تو اُن کا مقصود حاصل ہوگیا۔ (فضائل صبر وشکر)

ایک حدیثِ پاک کا مفہوم :

حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی مسلمان کا بچہ مرتا ہے تو ملائکہ اُس کی رُوح کو لے کر آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے اِرشاد فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کے بچہ کو لے لیا ؟ وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہاں ! پھر فرماتے ہیں کیا تم نے میرے بندے کے جگر گوشہ کو لے لیا ؟ وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہاں ! پھر فرماتے ہیں میرے بندہ نے کیا کہا ؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اُس نے آپ کی حمد (یعنی آپ کا شکر اَدا کیا) اور صبر کیا ! اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گواہ رہو میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا اور فرمایا اُس کے لیے جنت میں ایک محل تیار کرواَور اُس کا نام "بَیْتُ الْحَمْد" رکھو ! یہ چھوٹوں کے مرنے پر وعدہ ہے جس سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ بچوں کے مرنے پر نعم البدل (یعنی اچھا بدلہ) عطا فرماتے ہیں یعنی مغفرت اور جنت کا محل ! ! !

بڑی اَولاد کے مرجانے کی فضیلت :

اور بڑی اَولاد کے مرجانے پر بھی اسی طرح اَجر وثواب کا وعدہ ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ اَخَذْتُ صَفِیَّہٗ (اَیْ حَبِیْبَہٗ) لَمْ یَکُنْ لَّہٗ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ اَوْ کَمَا قَالَ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے محبوب اور پیارے کو لے لوں جو عام ہے خواہ وہ محبوب چھوٹا ہو یا بڑا (بھائی ہو یا بیوی) تو اُس کا اَجر جنت کے سوا کچھ نہیں یعنی وہ جنت میں ضرور پہنچے گا ! یہاں بھی نعم البدل (اچھے بدل) کا وعدہ ہے اور جنت سے بہتر نعم البدل اور کیا ہوگا ؟ !

اسی مضمون کو ایک بدوی (دیہاتی) نے بہت خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بہت صدمہ ہوا تو بدوی نے آکر اشعار میں اُن کو تسلی دی۔ اشعار تو اہلِ عرب کی گھٹی میں ہیں، بچہ بچہ یہاں تک کہ عورتیں بھی عرب میں شاعر ہوئی ہیں ! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے اُس بدوی (دیہاتی شخص) سے بہتر کسی نے تسلی نہیں دی چنانچہ کہتا ہے :

اِصْبِرْ نَکُنْ بِکَ صَابِرِیْنَ فَاِنَّمَا صَبْرُ الرَّعِیَّۃِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ

(اے ابن عباس رضی اللہ عنہما) آپ صبر کیجیے تا کہ ہم بھی آپ کی وجہ سے صابر بنیں مطلب یہ کہ آپ مقتداء ہیں آپ کے اَفعال کی سب اتباع کرتے ہیں پس ایسے حوادِث میں آپ صابر رہیں تو ہم مصیبت کے وقت میں صابر رہا کریں گے آپ نے صبر نہ کیا تو عوام بھی صبر نہ کریں گے !

سبحان اللہ ! کیسے اچھے عنوان سے صبر کی ترغیب دی ! آگے کہتا ہے :

خَیْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ اَجْرُکَ بَعْدَہٗ وَ اللّٰہُ خَیْرٌ مِّنْکَ لِلْعَبَّاسِ

''آپ کے لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے زندہ رہنے سے وہ اَجر بہتر ہے جو اُن کے وصال پر آپ کو ملے گا ! کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اگر زندہ رہتے تو بہت سے بہت وہ آپ کو ملتے اور آپ کے لیے ثواب اُن سے بہتر ہے''

کیونکہ ثواب کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی تو یوں کہیے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وصال پر صبر کرنے سے خدا آپ کو ملا اور یقینًا اللہ تعالیٰ سب سے بہتر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے خدا آپ سے بہتر ہے کیونکہ وہ مرکر خدا کے پاس پہنچ گئے اگر نہ مرتے تو دُنیا میں رہتے جس میں رویتِ الٰہی (یعنی اللہ کا دیدار) نہیں ہو سکتا ! (اَلْجَبْرُ بِالصَّبْرِ ملحقہ فضائل صبر وشکر)

صبر و تسلی کا ایک اور مضمون :

مرنے کے متعلق یہ سوچے کہ اگر وہ اِس وقت نہ مرتا بلکہ زیادہ دِن تک بیمار رہ کر صاحبِ فراش بن کر (یعنی بستر پکڑ کر) مرتا تو شاید مبغوض ہو کر مرتا کہ شاید رشتہ دار بھی گھبرا جاتے اور اِس میں بھی اُس کا نقصان تھا ! کیونکہ تم اُس کو اِس حال میں یاد نہ کرتے اور ثواب بھی نہ پہنچاتے کیونکہ ثواب اُسی کو پہنچاتے ہیں جس کے مرنے کا صدمہ ہوتا ہے اور جس کے مرنے پر خوشی ہو کہ اچھا ہوا پاپ کٹا، اُس کو بہت کم یاد کیا جاتا ہے ! !

اسی طرح تمہارا بھی نفع اِسی میں ہے کہ اپنا عزیز محبوب حالت میں مرے (یعنی تمہاری نگاہ میں محبوب ہو) کیونکہ تم اُس کو یاد کرتے ہو تو وہ بھی تمہارے واسطے دُعا کرتا ہے ! پس تم کو اُس سے نفع پہنچتا ہے اور اُس کو تم سے نفع پہنچتا ہے۔ (اَلْجَبْرُ بِالصَّبْرِ ملحقہ فضائل صبر وشکر)

حضرت اُمِ سلیمؓ کا واقعہ اور صبر و تسلی کا مضمون :

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا قصہ حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ اُن کا ایک بچہ بیمار تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (اُن کے شوہر) باہر سے آکر اُن کا حال دریافت کیا کرتے تھے ایک دن اُس کا انتقال ہو گیا اور شام کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے اُن پر ظاہر نہیں کیا کہ بچہ کا اِنتقال ہو گیا تا کہ سن کر پریشان نہ ہوں اور پریشانی میں کھانا نہ کھا سکیں بلکہ جب اُنہوں نے دریافت کیا کہ بچہ کیسا ہے ؟ تو یہ جواب دیا کہ اَب تو سکون ہے (اور واقعی موت سے بڑھ کر کیا سکون ہوگا) یہ سن کر اُنہوں نے کھانا کھایا اور رات کو بیوی کی طرف میلان بھی ہوا۔ بیوی نے بے انتہا

صبر کیا کہ اِس سے بھی انکار نہ کیا ! جب صبح ہوئی تو کہا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتی ہوں کہ اگر کسی نے ہم کو کوئی چیز بطورِ امانت کے دی ہو پھر بعد میں وہ امانت کو واپس لینا چاہے تو کیا کرنا چاہیے ؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہی چاہیے کہ جب مالک اُس کو واپس لینا چاہے تو بڑی خوشی کے ساتھ واپس کر دیا جائے۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تو پھر اپنے بچہ پر صبر کرو اور خوشی کے ساتھ اُس کے دفن کرنے کا انتظام کرو کیونکہ خدا نے اپنی امانت لے لی ہے ! ! !

حضرت ابوطلحہؓ بڑے جھلائے (یعنی غصہ ہوئے) کہ تم نے رات ہی کو کیوں خبر نہ کی۔ کہا کیا ہوتا رات کو دفن کرنے میں مصیبت ہوتی اور رات بھر پریشان رہتے کھانا بھی نہ کھاتے اس لیے رات کو خبر نہ کی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اُم سلیم کا عمل بہت پسند آیا اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آج رات تم دونوں کو خدا نے مبارک اولاد عطا فرمائی ہے چنانچہ عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو بڑے عالم اور بڑے سخی صاحبِ اموال واَولاد تھے !

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے سچ فرمایا کہ یہ اَولاد اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس کو وہ جب لینا چاہیں خوش ہو کر خدا کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ اس پر شاید یہ سوال ہوگا کہ یہ اَمانت ہے تو پھر اللہ نے اِس کی اتنی محبت کیوں دی ہے اگر محبت نہ ہوتی تو اِتنا غم بھی نہ ہوتا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اتنی محبت اِس وجہ سے دی ہے تاکہ پرورش ہو سکے کیونکہ بغیر محبت کے اس کے پیشاب پاخانہ کو اُٹھانا اور اُس کی پرورش کرنا مشکل ہے اسی لیے غیر کی اَولاد پالنا بہت دُشوار ہے۔ اور جب بچہ کی پرورش ہو چکتی ہے تو محبت میں بھی کمی ہونے لگتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بیٹے کے ساتھ ویسی محبت نہیں ہوتی جیسی چھوٹے سے ہوتی ہے غرض اَولاد کو بھی خدا کی چیز سمجھو کہ اُس کی اَمانت چند روز ہمارے پاس ہے پھر اِس کے فوت ہونے پر زیادہ (اَفسوس نہ ہوگا) کیونکہ پریشانی کی بنیاد تو یہی ہے کہ تم اُن کو اپنی چیز سمجھتے ہو۔ (جاری ہے)

قسط : ١٧

رحمٰن کے خاص بندے

﴿ حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری، اُستاذ الحدیث دارُ العلوم دیو بند ﴾

✡ ✡ ✡

میانہ روی، ایک پسندیدہ صفت :

''عِبَادُ الرَّحْمٰن'' کی صفات بیان کرتے ہوئے فضول خرچی اور اسراف کی مذمت کے ساتھ ساتھ کنجوسی کو بھی ناپسند قرار دیا گیا، گویا کہ اسرف اور بخل کے درمیانی درجہ کو پسندیدہ صفت مانا گیا ہے، یہ میانہ روی اسلام کی ایک نہایت امتیازی صفت ہے اسلام ہر معاملہ میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال پسندی کی تعلیم دیتا ہے چنانچہ فرمایا گیا :

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾ ١

''وہ جب مال خرچ کرنے پر آتے ہیں تو نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی خرچ میں تنگی کرتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں''

یہاں اگرچہ یہ مضمون بخل واسراف کے تذکرہ کے ضمن میں آیا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شریعت میں ہر معاملہ میں میانہ روی پسند ہے بلکہ یہ اُمتِ محمدیہ کا خاص امتیاز ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا گیا :

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ ٢

''اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک معتدل اُمت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہی دینے والے ہوں''

---

١ سُورۃ الفرقان : ٦٧ ٢ سُورۃ البقرہ : ١٤٣

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''وسط'' سے مراد ایسی پسندیدہ حالت ہے جو دو ناپسندیدہ اور ناگوار حالتوں کے درمیان ہو مثلاً ''جود و سخا'' جو فضول خرچی اور بخل کے درمیان کی صفت ہے ! [۱]
اس معنی کے اعتبار سے عدل اور صراطِ مستقیم پر استقامت ہی میانہ روی کا سب سے بڑا مصداق ہے اسی لیے قرآنِ کریم میں جابجا صفتِ عدل کی تاکید کی گئی ہے اور اسے ایک قابلِ تعریف صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے ایک آیت میں ارشاد فرمایا گیا :

﴿ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴾ [۲]

''اور جن کو ہم نے پیدا کیا ہے اُن میں ایک جماعت ہے جو سچی راہ بتلاتے ہیں اور اسی کے موافق اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہیں''

اور ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ خَشْيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِى السِّرِ وَالْعَلَانِيَةِ ، وَالْعَدْلُ فِى الرِّضٰى وَالْغَضَبِ، وَالْقَصْدُ فِى الْفَقْرِ وَالْغِنٰى . [۳]

''تین چیزیں نجات دینے والی ہیں (۱) ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرنا (۲) خوشی اور ناراضگی میں بھی عدل پر قائم رہنا (۳) مالداری اور محتاجگی میں میانہ روری اختیار کرنا''

غور کیا جائے تو یہ تینوں باتیں انتہائی قیمتی اور پُر حکمت ہیں، بہت سی مرتبہ آدمی لوگوں کے سامنے تو خوب پارسائی کا اظہار کرتا ہے لیکن اُس کی ذاتی زندگی تقویٰ سے خالی ہوتی ہے، ایسا شخص کبھی بھی بارگاہِ ربُ العالمین میں سرخ روئی حاصل کر نہیں کرسکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چھپی اور کھلی بات سے واقف ہے، اس لیے کوئی شخص کہیں بھی اور کبھی بھی اُس سے چھپ نہیں سکتا اسی طرح عام طور پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جس سے خوش ہوتے ہیں تو اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگتے ہیں اور بے تحاشا مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور جس سے ناراض ہوئے تو اُسے بس جہنم کے آخری درجہ کا مستحق قرار

[۱] عُمدة الحفاظ فى تفسير اشرف الالفاظ ۶۳۰ [۲] سُورة الاعراف : ۱۸۱

[۳] السراج المنير ۳/۵۵ عن انسؓ بسند ضعيف،ومثله فى المعجم الاوسط للطبرانیؒ ۳۵۲/۶ عن ابن عمرؓ

دینے میں لگ جاتے ہیں اور اس کی خوبیوں کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ میں اور اِداروں میں فتنے رونما ہوتے ہیں اور لوگوں کی حسنات وسیئات کا توازن بگڑ جاتا ہے اس لیے ایسے مواقع پر بہرحال میانہ روی ہی سے نقصان سے نجات مل سکتی ہے !

یہی حال مالداری اور تنگدستی کا ہے کہ آدمی عموماً مالی وسعت کے نشہ میں حلال وحرام کی تمیز کھو بیٹھتا ہے اور تنگدستی میں بے جا اخراجات کی وجہ سے مزید ذہنی اذیت میں مبتلا ہو جاتا ہے جبکہ میانہ روی اختیار کرنے میں ہی ہر طرح کی عافیت ہے جس کا ہر شخص تجربہ کر سکتا ہے !

اَخلاق میں توازن :

انسانی اَخلاق میں بھی درمیانی خلق ہی انسانیت کے لیے باعثِ عزت وشرافت ہے جس کی تفصیل کرتے ہوئے علماء نے فرمایا ہے کہ انسان میں اللہ تعالیٰ نے تین طرح کی صلاحیتیں رکھی ہیں :

(۱) قوتِ عقلیہ (۲) قوتِ شہوانیہ (۳) قوتِ غضبیہ

اب ہر ایک کے تین درجات ہیں :

(الف) پس قوتِ عقلیہ میں اگر آدمی حد سے زیادہ آگے بڑھ جائے اور ہر جگہ اپنی فکری صلاحیت لگانے کا شوق رکھے اور کسی حد پر رُکنے کو تیار نہ ہو تو انسان کی یہ کیفیت مذموم ہے جسے ''جزبرہ'' کہا جاتا ہے اس طرح کا انسان عموماً گمراہ ہو جاتا ہے اور اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا !

اس کے بالمقابل اگر آدمی ضروری عقلی صلاحیت سے محروم ہو تو یہ بھی پسندیدہ حالت نہیں ہے اسے ''سفاہت'' یعنی بے وقوفی سے تعبیر کیا جاتا ہے !

اور ان دونوں حالتوں کے درمیان ایک حالت ہے جسے ''حکمت'' سے تعبیر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی صرف ضرورت کی جگہ پر عقل کا استعمال کرے اور اپنی حدود پر قائم رہے، تو یہ صفت پسندیدہ ہے جس کی قرآنِ کریم میں تعریف کی گئی ہے ارشادِ خداوندی ہے :

﴿ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ﴾ (سُورۃ البقرہ : ۲۶۹)

''اور جس کو حکمت عطا کی گئی اُسے خیرِ کثیر سے نوازا گیا''

(ب) اسی طرح قوتِ شہوانیہ کے بھی تین درجات ہیں : اوّل یہ کہ آدمی شہوت کے حصول میں بے قابو ہو جائے اور حلال و حرام کی تمیز چھوڑ دے اور دن و رات اِسی اُدھیڑ بُن میں لگا رہے کہ کیسے شہوت اور لذت نصیب ہو ! تو یہ کیفیت انتہائی مذموم ہے جسے ''فجور'' کہا جاتا ہے ایسا انسان فتنہ و فساد کا سرچشمہ اور پورے معاشرہ کے لیے رُسوائی کا سامان بن جاتا ہے !

اس کے بالمقابل اگر آدمی جسمانی اعتبار سے ایسا کمزور ہو کہ شہوت کی تکمیل پر قادر ہی نہ ہو تو یہ صورت بھی پسندیدہ نہیں، اسے ''عنته'' نامرد کہا جاتا ہے !

اور دونوں حالتوں کے درمیان وہ حالت ہے جسے ''عفت'' کہتے ہیں یعنی نہ تو آدمی بے قابو اور نہ عاجز نامرد ہو بلکہ درمیانی کیفیت اسے نصیب ہو کہ شہوت کے حصول کے حرام طریقوں سے بچے اور صرف حلال طریقے کو اپنائے یہی درمیانی طریقہ قابلِ تعریف اور لائقِ تقلید ہے ! ایسے لوگوں کے بارے میں قرآنِ کریم میں فرمایا گیا :

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ [1]

''اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو تھام کر رکھتے ہیں، مگر اپنی بیویوں اور باندیوں سے تو ان پر کچھ ملامت نہیں، پس جو شخص اس کے علاوہ شہوت رانی کرے وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں''

(ج) کچھ اسی طرح حال قوتِ غضبیہ کا بھی ہے کہ اپنی ضرورتوں کی تکمیل اور جانی و مالی نقصان کے دفاع کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان میں قوتِ غضبیہ رکھی ہے، جو فی نفسہٖ ضروری ہے، لیکن اگر یہ قوت حد سے آگے بڑھ جائے کہ موقع بے موقع ہر وقت آدمی غصہ ہی کرتا رہے، کمزوروں پر ظلم کرے، چھوٹوں پر جبر کرے، گھر والوں پر خواہ مخواہ دھونس جمائے تو یہی قوتِ غضبیہ آدمی کے لیے موجبِ لعنت بن جاتی ہے، اس حالت کو ''تہوّر'' کہا جاتا ہے !

---

[1] سُورۃ المومنون : ۵ تا ۷

اس کے بالمقابل اگر آدمی سرے سے قوتِ غضبیہ سے محروم ہو اور جہاں غصہ آنا چاہیے وہاں بھی اسے غصہ نہ آئے تو اسے ''جمود'' کہتے ہیں اور ایسا شخص ''دبّو ، دیوث'' اور بزدل کہلاتا ہے معاشرہ میں اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی اور رُسوائی اور ذلت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

لیکن ان دونوں حالتوں کے درمیان جو صفت ہے اُسے ''شجاعت'' کہا جاتا ہے کہ نہ تو آدمی بے موقع غصہ کرے اور نہ ہی موقع پر مداہنت کرے بلکہ اس قوت کا برموقع اور برمحل استعمال کرے، تو یہ صفت قابلِ تعریف ہے [1]

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی خاص صفت یہ تھی کہ'' آپ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے نہ تو انتقام لیا اور نہ غصہ کا اظہار فرمایا، لیکن جب اللہ کے کسی حکم کو توڑنے کی بات سامنے آتی تو اُس وقت آپ کو ایسا جلال آتا تھا کہ کسی کو آپ کے غصہ کی تاب لینے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ (شمائلِ ترمذی ص ۲۴)

اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرے اور افراط وتفریط اور حدود سے تجاوز سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر کی توفیق سے نوازیں اور کوتاہیوں کو درگزر فرمائیں، آمین (جاری ہے)

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آڈیو بیانات (درسِ حدیث) جامعہ کی ویب سائٹ پر سُنے اور پڑھے جاسکتے ہیں

http://www.jamiamadniajadeed.org

[1] تلخیص وتشریح اَز فیضِ ابرار، مجموعہ خطبات: مولانا سیّد اَبرار احمد صاحب دہلوی جلد چہارم

قسط : ۲

میرے حضرت مدنیؒ

حالات و واقعات شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

بقلم : شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ

ماخوذ از آپ بیتی

انتخاب و ترتیب : مفتی محمد مصعب صاحب مدظلہم، دارُ الافتاء دارُ العلوم دیوبند

مقدمہ : جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اَرشد مدنی دامت برکاتہم

اَمیر الہند و صدر المدرسین دارُ العلوم دیوبند

بخیل کا مال ہے جتنا ہو وصول کرلو :

ایک دفعہ حضرت تشریف لائے، گرمی کا موسم ! میں نے حضرت کے خادم سے پوچھا کہ تھرمس میں برف ہے ؟ وہ یہ سمجھے کہ پینے کے واسطے پوچھا ہے وہ کہنے لگے کہ تھوڑا سا ہے لاؤں ؟ میں نے کہا کہ پینے کو نہیں پوچھتا بلکہ میرے تھرمس میں سے اپنے تھرمس میں بھرلو، وہ کوئی نئے خادم تھے کہنے لگے کہ نہیں حضرت اس میں ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ جتنی جگہ ہے اس میں بھرلو، بخیل کا مال ہے جتنا ہو وصول کرلو۔ (آپ بیتی ص ۴۰۱)

یہ بخیل اِس کو پھر چھینکے پر رکھ دیتا :

ایک مرتبہ میرے پاس دہلی کے ایک صاحب نے گاجروں کے حلوے کا ایک پیکٹ بذریعہ ڈاک بھیجا اور اسی دن معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں میں نے احترام و اِشتیاق میں اس کو اپنے کمرے کے سامنے چھینکے پر رکھوا دیا۔ اُس زمانہ میں میرا قیام مستقل اوپر کے کمرے میں شب و روز رہتا تھا حضرت کے تشریف لاتے ہی میں نے ایک مخلص سے کہا کہ بھائی چھینکے پر سے پیکٹ اُٹھا کر کھول کر حضرت کی خدمت میں پیش کرو۔ حضرت نے خود ہی پیش قدمی فرمائی اور چھینکے پر سے اس کو

اُتار لیا اور اس کے کپڑے کو پھاڑ کر پھینک دیا ! وہ تو بادشاہ تھے ان کی نگاہ میں ایسی معمولی چیزیں کیا تھیں اور میں بقول ان کے بخیل اوّل ! تو مجھے اس کپڑے پر قلق ہوا کہ کیسا ضائع ہوا ! اور حضرت نے ایک دو اُنگلی تو اُس میں سے خود نوش فرمائیں اور باقی سارا جس کی مقدار اندازاً دو سیر ہوگی ایک ایک لقمہ سارے مجمع کو جو حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ ان کے آنے پر ہمیشہ ہوجاتے تھے تقسیم فرمادیا اور میری نہ تواضع فرمائی اور نہ چکھایا اور سارا ختم کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ بخیل اس کو پھر چھینکے پر رکھ دیتا۔ (آپ بیتی ص ۴۰۱، ۴۰۲)

کھدر کا کپڑا :

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو کھدر سے تو عشق تھا اور ولایتی کپڑے سے نفرت تھی ! یہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے، لیکن اس سیہ کار کے حال پر ایک مزید شفقت یہ تھی کہ میرے بدن پر جب بھی بدیسی کُرتا دیکھتے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایسے زور سے چاک فرماتے کہ نیچے تک وہ پھٹ جاتا تھا ! حضرت قدس سرہٗ کی حیات تک ڈر کے مارے کھدر کا میرے یہاں بہت ہی اہتمام رہا، چونکہ حضرت قدس سرہٗ کی آمد کا کوئی وقت مقرر نہ تھا نہ دن نہ رات، اس لیے گرمی میں بھی کھدر کا کرتا جھک مار کر پہننا پڑتا تھا !

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی صاحبزادی نور اللہ مرقدہا کو حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ سے بہت ہی محبت تھی اور حضرت کو بھی بہت ہی زیادہ ان سے عقیدت و محبت اور ان کا احترام تھا ! میرے حضرت کھدر بالکل نہیں پہنتے تھے۔ حضرت صاحبزادی صاحبہ نور اللہ مرقدہا نے بہت اہتمام سے روئی منگوا کر بہت ہی باریک سوت خود کاتا اور ایک جوڑا کرتا، پاجامہ، ٹوپی خود اپنے دستِ مبارک سے سیا اور میرے حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا، حضرت قدس سرہٗ نے ایک جمعہ تو ان کے احترام میں اس جوڑے کو پہن کر پڑھا اور دوسرے دن نکال کر اس ناکارہ کو یہ کہہ کر عطا فرمایا کہ لوتم تو مولوی حسین احمد کی خاطر میں ہر وقت کھدر پہنتے ہی ہو اِس کو بھی پہن لینا۔ (آپ بیتی ص ۴۰۲)

میرا سامان کچے گھر میں جائے گا :

جب اعلیٰ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے بعض اَعذار کی وجہ سے مدرسہ کے جلسہ میں تشریف آوری سے عذر فرمادیا تو میرے حضرت قدس سرہٗ نے حضرت مدنی کو تار دیا جو اُس وقت کلکتہ تشریف فرما تھے کہ جلسہ میں تمہاری شرکت ضروری ہے، حضرت مدنی کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے کسی دوسری جگہ تشریف لے جانا تھا وہاں التواء کا تار دے کر فوراً سہارنپور تشریف لے آئے، چونکہ خاص طور سے بلائے گئے تھے اس لیے مدرسہ کے مہمان خانہ میں حضرت مدنی کے قیام کا اہتمام میرے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا تھا تانگہ سے اُتر کر حضرت مدنی مدرسہ میں تشریف لے گئے میرے حضرت سے مصافحہ اور دست بوسی فرمائی، خدام سامان لے کر پیچھے پیچھے آرہے تھے میرے حضرت نے فرمایا کہ سامان اوپر مہمان خانہ میں لے جاؤ، حضرت مدنی نے ارشاد فرمایا کہ میرا سامان کچے گھر میں جائے گا۔ (آپ بیتی ص ۴۰۲)

اَوجز کی چھ جلدیں حضرت مدنیؒ و حضرت رائے پوریؒ کے حالات میں آسکتی ہیں :

اس کے بعد سے جب تک مظاہر علوم کا سالانہ جلسہ ہوتا رہا جو تقسیمِ ہند تک بڑے اہتمام سے ہوتا رہا اور اس کے بعد سے بعض مجبوریوں کی وجہ سے بند ہوگیا حضرت ہمیشہ دو مرتبہ کے علاوہ سالانہ جلسہ میں تشریف لاتے رہے اور گویا حضرت حکیم الامت کے بعد مدرسہ کے جلسہ کے واعظ حضرت شیخ الاسلام ہی بن گئے، دو مرتبہ تشریف نہ لاسکے ایک مرتبہ تو جلسہ کے موقع پر حضرت مدحِ صحابہؓ کے سلسلے میں لکھنؤ جیل میں تھے اس سال جلسہ میں بعض مفسدین نے کچھ خلفشار پھیلایا، جلسہ کو بند کرنے کی کوشش بھی کی اور ایک مرتبہ باوجود دیوبند تشریف فرما ہونے کے میری حماقت سے تشریف آوری نہ ہوئی، میں تو مطمئن رہا کہ حضرت کو جلسہ کی تاریخ معلوم ہے دفتر سے ضابطہ کا خط اور اشتہار جاچکا ہے اور خود حضرت کو بھی مدرسہ کے جلسہ کا اہتمام رہتا تھا مجھ سے اکثر ایک دو ماہ قبل دریافت فرمالیا کرتے تھے کہ اپنے جلسے کی تاریخ نوٹ کرادو، کبھی میری تاریخ کہیں دوسری جگہ کی ہوجائے اور تم خفا ہو، اس لیے

میں بالکل مطمئن تھا حضرت تشریف نہ لائے اور دیوبند میں مقیم رہے۔ جلسہ کے دن شام کو تشریف لائے اس لیے کہ بعض خصوصی مہمانوں سے خود حضرت کو بھی ملنا تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت آج تو بڑا انتظار کرایا خیر تو ہے ؟ حضرت نے فرمایا کہ تم نے بلایا ہی نہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت مدرسہ سے تو مطبوعہ اشتہار اور خط دونوں گئے ! حضرت نے فرمایا کہ وہ تو گئے تھے مگر اب تک کا معمول ہمیشہ یہ رہا کہ مدرسہ کے خط کے ساتھ یا علیحدہ مستقل حکم نامہ تمہارا بھی جاتا تھا اب کے نہیں گیا، میں نے سمجھا کہ میری آمد تمہارے نزدیک مناسب نہیں ہے مجھے اس وقت اپنی حماقت پر بہت ہی قلق ہوا، اس کے بعد سے کبھی مستقل عریضہ نہیں چھوڑا۔

اتنے واقعات اس وقت ذہن میں ہیں کہ اَوجز کی چھ جلدیں حضرت مدنیؒ ورائے پوریؒ کے حالات میں آسکتی ہیں۔ (آپ بیتی ص ۴۰۲، ۴۰۳)

حضرت مدنیؒ کی حضرت شیخ پر شفقت و محبت :

میرے حضرت سیّدی وسندی ماوائی وملجائی شیخ الاسلام حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ قدس اللہ سرہٗ اَعلی اللہ مراتبہٗ کو جو شفقت و محبت اس سیہ کار پر رہی اس کے دیکھنے والی سینکڑوں نہیں ابھی تک ہزاروں آنکھیں موجود ہیں ! حضرت قدس سرہٗ کا ہمیشہ مستقل اور مستمر معمول یہ رہا کہ دیوبند سے رُڑکی لائن پر جاتے ہوئے سہارنپور کے قصبات میں کسی جگہ جاتے ہوئے اگر ایک گھنٹے کا وقفہ بھی ملتا تھا تو واپسی کا تانگہ لے کر ضرور کرم فرماتے تھے، ہرچند کہ میں بار بار تکلیف کے خیال سے گستاخانہ لہجے میں نکیر بھی کرتا سینکڑوں واقعات اس کے گزرے جو اصل واقعہ اس جگہ لکھوانا ہے وہ تو آگے آرہا ہے، بیچ میں ایک چھوٹا سا فقرہ لکھواتا ہوں۔ (آپ بیتی ص ۲۰۱)

خیال ہوا کہ تمہارے درشن کر آؤں :

ایک مرتبہ دسمبر کا زمانہ، سردی زور پر، اور بارش اس سے بھی زیادہ ساڑھے گیارہ بجے رات کے میں اپنے مکان کے دروازے پر کتاب دیکھ رہا تھا، دروازے ہی میں سویا کرتا تھا، زنجیر زور سے کھٹکی،

پوچھا کون ؟ ارشاد ہوا : حسین احمد ! ننگے پاؤں اُٹھ کر کواڑ کھولے اور تعجب سے پوچھا : حضرت اس وقت بارش میں ؟ ارشاد ہوا کہ لکھنؤ جانا ہے، کلکتہ میل دو گھنٹہ لیٹ ہے، یہ تو مجھے یقین تھا کہ تم جاگ رہے ہو گے اس لیے خیال ہوا کہ تمہارے درشن کر آؤں ! میں نے نہایت گستاخی سے کہا ان مبارک ہونٹوں سے یہ لفظ بڑا ثقیل ہے ! میں نے چائے کی درخواست کی، فرمایا ریل پر جا کر پیوں گا، چائے پی کر بارش میں جانا پڑے گا، تانگہ بھی باہر بھیگتا رہا اور حضرت ایک گھنٹہ تشریف فرما کر کچھ خصوصی ارشادات فرما کر تشریف لے گئے، یہ بات تو بیچ میں آ گئی تھی، سینکڑوں واقعات اس نوع کے پیش آئے، ان کے لیے ایک الف لیلہ ولیلہ چاہیے !

اَطرافِ سہارنپور کے سفر کا معمول :

اس وقت جو قصہ مقصود تھا وہ بھی ایک عجیب دسمبر کی رات، حضرت قدس سرہٗ آبھہ ایک گاؤں نانوتہ کے قریب تشریف لے گئے تھے ویسے تو اُس زمانہ کا اکثر یہ معمول تھا کہ حضرت ضلع سہارنپور کے کسی قصبے یا گاؤں میں جاتے تو اسٹیشن سے کار میں سیدھے میرے گھر تشریف لاتے، مجھے کار میں بٹھا کر اپنے ہمراہ لے جاتے تھے تین چار گھنٹے کا سفر ہوتا تھا واپسی میں مجھے مکان پر اُتار کر اور اسی کار میں اسٹیشن تشریف لے جاتے اور وہاں سے ریل میں ! اکثر دیوبند سے سہارنپور کا سفر آمد و رفت کا ریل میں ہوتا اور سہارنپور کے اسٹیشن سے اسٹیشن پر واپسی تک کار میں آبھہ، نانوتہ، بہٹ، رائے پور، گنگوہ کے سفر میں اکثر معیت رہی۔

ریڑھی تاج پورہ کے سالانہ جلسہ کا تو خاص مستمرہ دستور تھا کہ حضرت قدس سرہٗ شام کو چار بجے کی گاڑی سے دیوبند تشریف لاتے، چائے نوش فرماتے، عصر کی نماز مدرسہ کی مسجد میں پڑھ کر کار میں ریڑھی جاتے، مغرب وہاں پڑھ کر ایک گھنٹہ وہاں آرام فرماتے، اُٹھنے کے بعد کھانا نوش فرماتے یہ ناکارہ دستر خوان پر تو شریک ہوتا لیکن کھانے میں شریک نہ ہوتا، اس لیے کہ رات کو کھانے کا معمول نہیں تھا، عشاء کے بعد مدرسہ کے جلسہ میں پورے بارہ بجے تک وعظ فرماتے، پورے بارہ بجے

وعظ ختم کر کے تقریبًا آدھ گھنٹہ مصافحوں میں لگتا اور کار میں مجھے بٹھا کر مجھے میرے دروازے پر چھوڑ کر اُسی کار میں اسٹیشن تشریف لے جاتے اور ڈیڑھ بجے کی گاڑی سے دیوبند اور علی الصباح مدرسہ کا سبق۔ (آپ بیتی ص ۲۰۱،۲۰۲)

یہ دیکھوں کہ آپ ان حالات میں کیا ارشاد فرمائیں گے :

اصل واقعہ دسمبر والا جو لکھنا شروع کیا تھا وہ مؤخر ہوتا جا رہا ہے ایک مرتبہ آبھہ کار میں تشریف لے گئے معلوم نہیں کہ یہ ناکارہ ساتھ کیوں نہیں تھا ؟ غالبًا مدرسہ کی کوئی ضرورت تھی، دوسرے دن مغرب کے بعد حضرت قدس سرہٗ آبھہ سے واپس تشریف لائے اس قدر زوردار طوفانی بارش کہ کمرے سے باہر پاؤں رکھنا مشکل، اتنی ہی زوردار سردی اور حضرت قدس سرہٗ کو شدت سے بخار آتے ہی فرمایا کہ مغرب نہیں پڑھی ہے، راستے میں دیر ہوتی چلی گئی، کہیں اُترنے کی جگہ نہیں ملی، مشلّح وغیرہ سب بھیگ رہا ہے، میں نے جلدی سے لنگی پیش کی، کپڑے اُتارے لنگی اور چادر میں حضرت نے مغرب پڑھی، دو تین خادم بھی ساتھ تھے، اتنے حضرت نے نہایت ہی اطمینان سے مغرب کی جماعت کرائی، میں نے دو انگیٹھیاں بھروا کر منگوائیں اور عزیزم مولوی نصیر الدین کو اللہ بہت ہی بلند درجات عطا فرماوے دارین کی ترقیات سے نوازے اور ان چیزوں کے ثمرات وہ خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے وہ بغیر کہے چائے تیار کر کے لے آیا، چائے کی پیالی پیش کی گئی اور میں نے بری عادت کا مظاہرہ کیا کار تو سہارنپور ہی تک تھی وہ حضرت کو اُتار کر چلی گئی میں نے عرض کیا حضرت نظامِ سفر ؟ ارشاد فرمایا کہ خیال یہ ہے کہ اِسی وقت ساڑھے دس کی گاڑی چلا جاؤں ! میں نے عرض کیا، بہتر ہے مگر ایک منٹ سکوت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت بارش بڑی زور کی ہو رہی ہے سردی بھی زوروں پر ہے بخار بھی شدت سے ہے، معلوم نہیں دیوبند اِس گاڑی کی اطلاع بھی ہے یا نہیں ؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اطلاع تو نہیں ہے لیکن اگر سواری نہ ملی تو اسٹیشن کی مسجد میں لوگ رہتے ہیں میں نے عرض کیا جیسے ارشاد ہو، مگر اِس وقت میں اور صبح چھ بجے میں کوئی زیادہ فرق تو ہے نہیں !

حضرت قدس سرہٗ نہایت تبسم سے جن کو اب یاد کر کے رونا آتا ہے (از کاتب الحروف، یہ لفظ لکھواتے وقت شیخ کی آنکھوں میں سے پانی نکل پڑا) یہ ارشاد فرمایا فرق تو کچھ نہیں ہے یہ دیکھوں کہ آپ ان حالات میں کیا ارشاد فرمائیں گے ؟ میں نے عرض کیا وہ تو حضرت نے ملاحظہ فرمالیا ! میں عرض کر چکا ہوں کہ بہتر ہے جیسے رائے ہو۔ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں صبح ہی کو جاؤں گا صرف تمہیں دیکھنا تھا بہت سے واقعات ہیں اس نوع کے۔ (آپ بیتی ص ۲۰۲، ۲۰۳)

(جاری ہے)

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

قسط : ۱

سبق آموز تاریخی حقائق

حضرت نانوتوی رحمة اللہ علیہ کے زُہد و قناعت، فضل و کمال اور خدا ترسی کے بعض گوشے

انتخاب : حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی (مرتب فتاوی دارُالعلوم دیوبند)
عنوانات : حضرت مولانا تنویر احمد صاحب شریفی، مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان کراچی

علم سے زیادہ عمل پر نظر :

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمة اللہ علیہ کے متعلق بیان ہے کہ :

''میں نے انسانیت سے بالا درجہ اِن (حضرت نانوتوی) کا دیکھا وہ شخص ایک مقرب فرشتہ تھا جو اِنسانوں میں ظاہر کیا گیا تھا'' (سوانحِ قاسمی ج ۱ ص ۱۳۰)

یہ ایک عالم کا عالم کے متعلق بیان ہے کہ آپ صرف عالم ہی نہ تھے بلکہ فناء فی اللہ تھے۔ آہ ! اب یہ بات ہمارے اس دور میں کہاں باقی رہی۔ اب تو صرف علم ہی کو سب سے بڑا سرمایہ سمجھا جاتا ہے مگر ہمارے اسلاف کی نظر علم سے زیادہ عمل پر تھی۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ علم کے ساتھ عمل نے ایک عالم کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا اور لوگوں کے دلوں میں ان کے احترام و اکرام کا کتنا جذبہ پیدا کر دیا تھا ؟

جو اَللہ کا ہو گیا کائنات اُس پر نچھاور ہے :

خود اِن ہی مولانا رفیع الدین صاحب کا بیان ہے :

''میں پچیس برس حضرت مولانا نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور کبھی بِلا وضو نہیں گیا'' (سوانحِ قاسمی ج ۱ ص ۱۳۰)

اللہ اللہ ! تعلق مع اللہ بھی کتنی بڑی دولت ہے دنیا کے کسی بڑے سے بڑے حکمراں کا کبھی کسی نے یہ احترام کیا ہوگا ؟ سچ ہے جو اللہ تعالیٰ کا ہو گیا ساری کائنات اُس پر نچھاور ہونا اپنے لیے فخر سمجھنے لگی۔

عشقِ نبوی کا سچا جذبہ :

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمة اللہ علیہ حج کے لیے تشریف لے گئے ، حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے ، جب اس مقام پر پہنچے جہاں سے قبۂ خضرا نظر آنے لگا تو آپ کا حال یہ ہوا جیسا کہ آپ کے ساتھی کا آنکھوں دیکھا بیان ہے :

''جناب مولانا مرحوم نے اپنی نعلین اُتار کر بغل میں دبالیں اور پابرہنہ چلنا شروع کیا میں نے ان کی دیکھا دیکھی اپنی جوتیاں اُتار ننگے پیر ہمراہ مولانا مرحوم چلنا شروع کیا مگر اس قدر پتھریاں پاؤں میں چبھنے لگیں کہ متحمل نہ ہوسکا، آخر جوتا پہن کر چلنے لگا مگر مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل آخر شب تاریک میں اسی طرح برہنہ پا پہنچ گئے'' (سوانحِ قاسمیؒ ج ۱ ص ۱۵۶)

دیکھیے اسے کہتے ہیں عشق نبی کا سچا جذبہ ! یہاں عاشق جاں نثار کی شوق سرمستی قابلِ دید ہے۔نوجوان ساتھی نوکیلے پتھروں پر تاب نہیں لاتا لیکن یہ بوڑھا عالم جسم وجاں سے بے خبر اِنہیں پھولوں کی سیج سمجھ رہا ہے اور کس شان سے جارہا ہے کہ ''نوکیلے خاردار پتھر کے ٹکڑوں'' کو ذرّہ برابر خاطر میں نہیں لاتا، اسی کا نام ہے صحابۂ کرامؓ کی سی زندگی !

ہمارے علماء کرام کے لیے اس واقعے میں بڑا سبق ہے۔کاش یہ سمجھیں کہ عالم کسے کہتے ہیں ؟ لوگ چمکنا چاہتے ہیں اور حضرت نانوتویؒ ؟ معتبر راویوں کا بیان ہے کہ حضرت مولانا نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے :

''لوگ جان نہ گئے ہوتے تو ایسا گم ہوتا کہ کوئی بھی نہ پہچانتا کہ قاسم دنیا میں پیدا بھی ہوا تھا'' ؟ (سوانح قاسمیؒ ج ۱ ص ۲۴۵)

کبھی فرماتے :

''اگر مولویت کی یہ قید نہ ہوتی تو قاسم کی خاک تک کا بھی پتہ نہ چلتا، جانوروں کا بھی گھونسلا ہوتا ہے میرے لیے تو یہ بھی نہ ہوتا، اور کوئی میری ہوا تک نہ پاتا''

(سوانح قاسمیؒ ج ۱ ص ۲۴۶)

اللہ اللہ یہ جذبہ مخلوص وللّٰہیت ! لوگ چمکنا چاہتے ہیں اور آپ گم ہونے کی سعی فرماتے ہیں ! ہمارے اس دور کے علمائے کرام سوچیں کہ ہم خود کس انقلاب کی نذر ہو گئے تھے ؟ جو مٹنے اور گم ہونے کا سبق دینے کے لیے آیا تھا آج اُسی کے ماننے والے اپنے کو نمایاں کرنے کے درپے ہیں، یہ بھول رہے ہیں کہ نمایاں وہی کیا جاتا ہے جو اپنے کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے !

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

نوجوان علماء کے لیے درسِ عبرت :

نوجوان علماء کے لیے یہ واقعہ سراپا درسِ عبرت و بصیرت ہے، جو لوگ حضرت نانوتویؒ کو بڑی بڑی تنخواہوں پر بلاتے اُن کو جواب دیا جاتا :

''مجھے صاحبِ کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا''

(سوانح قاسمیؒ ج ۱ ص ۲۴۶)

ہمارے زمانے میں لوگ اپنے کو ''خاکسار'' تو لکھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ ''خاکساری'' کسے کہتے ہیں ؟ آیئے دیکھیے ! یہ ہے ایک بڑے عالم کی سچی خاکساری ! ہم اپنا کمال کسی نہ کسی راستے سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور رات دن کرتے رہتے ہیں مگر جو ہرفن مولانا ہے اُس کی زندگی کا یہ نقشہ ہے کہ بڑی بڑی تنخواہ آپ پر پیش ہوتی مگر یہ کہہ کر انکار کر دیا جاتا ہے کہ یہاں رکھا ہی کیا ہے :

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

طالب علم کا صحیح مقام کیا ہے ؟

جس زمانے میں حضرت نانوتویؒ حدیث پڑھتے تھے اُس زمانے کے متعلق حضرت تھانویؒ جیسے بزرگ کا بیان ہے :

''مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے حدیث پڑھنے کے وقت میں یہی سوچا کرتا تھا کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے کیوں فرمائی ؟ '' (سوانح قاسمیؒ ج ا ص ۲۴۶)

اس سے اندازہ کیجیے کہ ایک طالب علم کا صحیح مقام کیا ہے اور اُس کے غور وفکر کی لائن کس قدر درست ہے اگر یہی طالب علم آگے چل کر ''قاسم العلوم و الخیرات'' بنا تو حق یہ ہے کہ یہی ہونا چاہیے تھا اور اُس کا قائم کردہ ادارہ اگر دنیائے اسلام میں سب سے بڑھ کر ''مرکز حدیث'' کی حیثیت رکھتا ہے تو کوئی تعجب وحیرت کی بات نہیں !

یہ بصیرت افروز واقعہ ہمارے عزیز طلباء کے لیے ''درسِ عبرت'' ہے۔کاش یہ سوچیں اور غور کریں ! !

قاسم ایسا سستا ! :

لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ غدر کے بعد دہلی تشریف لائے تو مفتی صدرالدینؒ کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔مفتی صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ سے بڑی محبت وشفقت سے ملے اور حالات کے ساتھ آپ نے یہ بھی دریافت فرمایا : ''میاں قاسم کیا کرتے ہیں ؟ ''

حضرت گنگوہیؒ نے بتایا : ''مطبع میں تصحیح کرتے ہیں آٹھ دس روپے تنخواہ پاتے ہیں''

یہ معلوم ہو کر مفتی صاحبؒ سناٹے میں آگئے اور حیرت وافسوس کے لب ولہجے میں ہاتھ پر ہاتھ مار کر فرمانے لگے ''قاسم ایسا سستا، قاسم ایسا سستا ! فقیر ہوگئے، فقیر ہوگئے'' (سوانح قاسمی: ج ا ص ۲۵۲)

ہزاروں پر لات مار کر آٹھ دس روپے کی ملازمت ! اللہ شاہد ہے اگر مولانا نانوتویؒ چاہتے تو اپنے زمانے میں خدا کی دی ہوئی استعداد کی بدولت سینکڑوں روپے کی ملازمت کر سکتے تھے، مگر جو اپنے کو گم کردینے کی فکر میں ہو اور حلال وغیر مشتبہ روزی کھانا چاہتا ہو وہ بڑی تنخواہ کی ملازمت کیسے قبول کرتا ؟

بڑا عالم :

یہی مولانا قاسمؒ ہیں جن کے علم و فضل کی گواہی دیتے ہوئے اُس وقت ایک خدا رسیدہ بزرگ حافظ عبدالقادر شہیدؒ نے فرمایا تھا : ''جا تو بڑا عالم ہے'' (سوانح قاسمیؒ ج۱ ص۲۵۶)

اور پنجاب کے ایک نامی گرامی صاحبِ کشف و کرامات بزرگ راؤ عبدالرحمن خاں صاحبؒ نے حضرت نانوتویؒ کی دعا کے جواب میں فرمایا تھا :

''بھائی ! تمہارے لیے کیا دعا کروں ؟ میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہاں کے بادشاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے''
(سوانح قاسمیؒ ج۱ ص۲۵۷)

غور کیجیے ! کیا اس کے بعد بھی آپ کے علم و عمل میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے ؟ مفتی صدالدین صاحبؒ نے درد و سوز میں ڈوبی ہوئی آواز میں کتنا سچ فرمایا : ''قاسم ایسا سستا ! قاسم ایسا سستا''

نبیوں والا کام :

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے رو کر اپنی ایک خاص حالت کا شکوہ فرمایا تو حضرت حاجی صاحبؒ نے آپ کو خطاب کر کے فرمایا :

''تم سے حق تعالیٰ کو وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا ! جا کر دین کی خدمت کرو، ذکر و شغل کا اہتمام چھوڑ دو'' (سوانح قاسمیؒ ج۱ ص۲۵۹)

کل جو عظیم الشان خدمت حضرت نانوتویؒ کے ذریعے ہند و پاکستان اور دوسرے ملکوں میں ہوئی اس کا کوئی باخبر اِنکار کر سکتا ہے ؟ دارُالعلوم دیوبند نامی دینی یونیورسٹی کا پوری دنیا میں جو مقام ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ! خدا ہی جانتا ہے اس ادارے سے کتنے مفسر، محدث، فقیہ اور مبلغ اسلام پیدا ہوئے اور دنیا کے کن کن گوشوں میں پھیل کر دین کی خدمت کر رہے ہیں اور جس نے کہا بلا مبالغہ بالکل درست کہا

شاد باش و شاد زی ، اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

مدارس کے دشمن سرگرم ہیں :

لکھا ہے کہ رامپور منہیاران ضلع سہارنپور کے باشندوں نے حضرت نانوتوی کو اپنے مشن میں ناکام کرنے کے لیے یہ شرمناک کارروائی کی :

''حکومت میں یہ درخواست پیش کی کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے دیوبند میں ایک مدرسہ گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھولا ہے (یعنی آپ کا مقصد یہ ہے کہ انگریزی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جائے)'' (سوانح قاسمی ج ا ص ۲۷۲)

اپنوں اور غیروں دونوں نے چاہا کہ جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں نہ ہونے پائے، مگر آپ کے خلوص وللّٰہیت کی بدولت نتیجہ کیا دیکھنے میں آیا ؟ دنیا جانتی ہے اور آزاد بھارت کا مؤرخ انصاف کے تقاضے پر لکھنے پر مجبور ہوگا کہ ہندو پاک کی آزادی بڑی حد تک ان ہی نفوسِ قدسیہ کی جدوجہد اور دعائے صبح گاہی کا نتیجہ ہے جن کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی غلامی کا شرف حاصل ہے ! مگر آہ ! پچھلے دنوں آزاد بھارت میں ''گھر تلاشی'' [1] کا جو ذلت آمیز سلوک اس ادارے کے ساتھ کیا گیا اُسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

ایمانِ کامل اور تعلق مع الرسول :

آخر حج کے لیے حضرت نانوتوی تشریف لے گئے تو واپسی میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ''کشتی جب ساحلِ سمندر سے جہاز تک پہنچنے کے لیے کھلی تو اِس قدر تیز و تند ہوا چلنے لگی کہ کشتیاں اِدھر اُدھر قریب غرق ہونے کے جھک جاتی تھیں، کشتی پر جو لوگ سوار تھے ہر ایک کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا اس طوفانِ بے تمیزی سے سب لوگ گھبراتے تھے''

---

[1] سرکارِ ہند نے دارُالعلوم دیوبند کی تلاشی لی تھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ (شریفی)

مگر جانتے ہیں حضرت نانوتوی رحمة اللہ علیہ کا کیا حال رہا ؟ ان کے ساتھ رہنے والے اپنی چشم دید گواہی دیتے ہیں :

''مگر مولانا اپنے حال پر رہے ہم نے کبھی مولانا کو گھبراتے ہوئے نہیں دیکھا، مولوی صاحب اپنے معمولی کام بدستور اَنجام فرماتے رہے''

(سوانح قاسمیؒ ج ۱ ص ۲۸۲)

کہتے ہیں ﴿ لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَاکَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ﴾ پر ایمانِ کامل ! اب یہ باتیں ہمارے نوجوان علماء میں کہاں باقی رہیں ؟ جی چاہے تو علامہ اقبالؒ کا یہ شعر ذرا سے تصرف کے ساتھ پڑھ لیجیے :

کبھی اے نوجواں عالِم تدبر بھی کیا تو نے

وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے ایک ٹوٹا ہوا تارا

رحمتِ عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ حضرت نانوتویؒ کو جو قلبی تعلق تھا اُس کا اندازہ اس واقعے سے لگایئے جو مولانا منصور علی خاں مرحوم نے لکھا ہے فرماتے ہیں :

''اسمِ گرامی جنابِ رسالت مآب ﷺ کا سن کر لرزہ بدن پر پڑ جاتا تھا اور چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور ایک عجیب حالت نمایاں ہوتی تھی جو معرضِ وجود میں نہیں آسکتی''

(سوانحِ قاسمیؒ ج ۱ ص ۲۸۲)

نام سن کر جس پر کیفیت طاری ہوتی ہو فرمایا جائے اُس کے باطن اور تعلق مع الرسول کا کیا حال ہوگا ؟ کہاں ہیں وہ لوگ جن کو سمجھانے والے سمجھاتے ہیں کہ دیوبندی علماء کے دلوں میں سید الکونین ﷺ کی محبت وعظمت ایسی نہیں جیسی بریلوی رضا خانی مولویوں کے دل میں ہے ؟ یہ دیوبندی علماء کے جداَمجد کا حال ہے ! کیا ممکن ہے کہ آپ کی رُوحانی اولاد کو وراثت میں کچھ حصہ نہ ملا ہو ؟

باطن کی اصلاح کی محنت ضروری ہے :

حضرت نانوتویؒ کے متعلق لکھا ہے کہ طریقت میں آپ کی قابلیت بہت قابلِ رشک تھی :

''شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہی آنِ واحد میں وہ مقاماتِ سلوک طے ہوگئے جو اکثر سالکوں کو سالہا سال کی محنتِ شاقہ میں بھی وصول نہیں ہوئے''

مگر بایں ہمہ آپ نے باطن کی اصلاح کے لیے کس قدر جدوجہد فرمائی ؟ اس واقعے سے قیاس کیجیے لکھتے ہیں :

مگر بایں ہمہ شانِ عبودیت آپ پر ایسی غالب تھی کہ آپ مدت تک شغل بارہ تسبیح، حبسِ دم، ذکراللہ، وغیرہ میں مشغول رہے، چھ چھ سات سات گھنٹے برابر ذکراللہ اور حبسِ دم کرتے تھے، جس وقت آپ اس شغل کو کرتے صرف ایک تہبند بدن پر رکھتے، وہ تہبند عرقِ بدن (پسینے) میں ایسا تر ہوجاتا تھا کہ بعدالفراغ اس کو بدن سے علیحدہ کرکے اور نچوڑ کر خشک کرتے تھے'' (سوانح قاسمیؒ ج ا ص ۳۰۲)

ہمارے مدارسِ اسلامیہ کے اساتذۂ کرام سمجھتے ہیں کہ صرف کتب بینی ہی میں محنت کرنا کامیابی ہے جو ظاہر کے ساتھ باطن کی صفائی سے غافل ہیں ! یہ محنت ہے باطن کی اصلاح اور تزکیۂ قلب کے لیے ! کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہمارے اَسلاف کسی طرح بھی باطن کے لیے ظاہر سے کم محنت کرتے تھے ؟ مگر اب ظاہر کے لیے تو کسی درجے میں محنت کی اور کرائی جاتی ہے مگر باطن کی طرف دھیان بھی باقی نہیں رہا ! یہی وجہ ہے کہ ہمارے دور میں علماء تو ہوتے ہیں مگر عمل کی جیسی دولت چاہیے نصیب نہیں ہوتی ! اب ہمارے مدارسِ اسلامیہ میں ﴿ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ ﴾ کے ساتھ تعلق ﴿ یُزَكِّیْهِمْ ﴾ کو اہلِ مدارس بھول گئے ! ضرورت ہے کہ اَرباب اہلِ کمال اس طرف توجہ دیں !

نائبِ رسول :

قلب اور باطن کی صفائی پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو محنت کی تھی کیا وہ کوئی بے سود محنت تھی ؟ ''سوانح قاسمی'' پڑھیے کہ حضرت مولاناؒ میں اسی محنت نے کیا خوبی پیدا کردی تھی آپ کے ایک شاگردِ رشید کا بیان ہے :

''مغرب کی نماز کے بعد حکم دیا گیا کہ چھتہ کی مسجد میں حاضر رہوں، صلوۃ الاوّابین سے فارغ ہو کر میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر میری ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی سے اس طرح رگڑا جیسے بان بٹے جاتے ہیں'' پھر جو کیفیت پیدا ہوئی اس کے متعلق فرماتے ہیں :

''خدا کی قسم ! میں نے بالکل عیاناً دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف سے نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا ہے، گویا میں دربارِ الٰہی میں حاضر ہوں میں لرزاں و ترساں تھا کہ ساری عمر مجھ پر یہ کپکپی اور یہ خوف طاری نہ ہوا تھا، میں پسینے پسینے ہو گیا اور بالکل خودی سے گزر گیا'' (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۲۶۶)

کیا ہمارے لیے اس میں کوئی درس نہیں ؟ نائبِ رسول صحیح معنی میں ہمارے اسی طرح کے اسلاف تھے اپنا ماحول دیکھ کر کہنا پڑتا ہے

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار ، وہ کردار ، تو ثابت وہ سیار

﴿ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ﴾ کی عملی تفسیر :

ایک دفعہ حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ سے واپس ہونے والے تھے کہ یہ وحشت ناک خبر پہنچی کہ پلونا کے میدانِ جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ یہ خبر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ پر بجلی بن کر گری سفر ملتوی کر دیا، کچھ دنوں بعد واپس ہوئے مگر کس طرح ؟ کہ اِسی غم میں

''مولانا محمد قاسم صاحب کو علالت لاحق ہوئی، جو بظاہر خفیف محسوس ہونے کی وجہ سے سفر کی مزاحم یا رُفقا کو پریشان بنانے والی تو نہ ہوئی، مگر آہستہ آہستہ بڑھ کر وہی بیماری مرض الموت بنی'' (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۱۶)

اب یہ احساس ملی و دینی لوگوں میں کہاں باقی رہا ؟ اللہ اکبر ! مسلمانوں کی تباہی و بربادی جو ہزاروں میل

دُور ہوئی تھی اس نے سچے مسلمان کو بیمار کر دیا اور بالآخر اسی غم میں جان دے دی ﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ کی اس سے بڑھ کر سچی عملی تفسیر اور کیا ہو سکتی ہے ؟ مسلم حکمران اس واقعے کو پڑھیں اور اگر دل سے کوئی پکار اُٹھے تو ایمانداری سے اس پر عمل کرنے کی سعی کریں !

حضرت نانوتویؒ سے ایک مرتبہ ایک حجام نے آکر درخواست کی :

> ''تھانیدار نانوتہ نے ایک عورت کے بھگانے کا جرم مجھ پر لگا کر چالان کا حکم دیا، میں بالکل بے خطا ہوں، خدا کے واسطے مجھے بچایئے''

کیا یہ رُودادِ غم سن کر صرفِ نظر سے کام لیا کہ یہ کوئی پیرزادہ نہیں، کوئی رئیس نہیں، کوئی امیر کبیر کا بیٹا نہیں، جیسا کہ ہمارے اس دور میں ہوتا ہے ؟ نہیں بلکہ اس رُودادِ غم نے ایک ساکن بحرِ محیط میں تلاطم کی سی کیفیت پیدا کر دی راوی کا بیان ہے :

> ''منشی محمد یٰسین سے عجب شان جلالی سے فرمایا کہ اس غریب حجام کو تھانیدار نے بے قصور پکڑا ہے، تم اس تھانیدار سے کہہ دو کہ یہ حجام ہمارا آدمی ہے، اس کو چھوڑ دو، ورنہ تم بھی نہ بچو گے ! اس حجام کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پڑے گی'' (سوانح قاسمیؒ ج ۱ ص ۳۱۶)

ایک غریب بے قصور کی حمایت کا جذبہ دیکھیے، اللہ اللہ ! یہ شانِ جلالی کس کے لیے ہے ؟ ؟ ! ! ایک بے یارو مددگار اِنسان کو ظلم سے بچانے کے لیے ! جو لوگ قوم و ملک کی ہمدردی کا نام لے کر اسمبلی اور کونسل کی کرسی حاصل کرتے ہیں، وزارت و سفارت کا اعزاز اور صرف اعزاز نہیں ہزاروں لاکھوں روپے کماتے ہیں وہ اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر ایمانداری کے ساتھ بتائیں غریبوں کے لیے یہ سچا جذبہ ان کے دل کے کسی گوشے میں برائے نام سہی، ہے ؟ آہ

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

جانتے ہیں اس حجام کا کیا ہوا ؟ تھانیدار نے روزنامچے پر لکھا ہوا نام کاٹ دیا اور کاٹ کیا دیا اس کو کاٹنا پڑا

عالمانہ شان کی مٹی پلید نہ کیجیے :

حضرت محمد قاسم نانوتوی رحمة اللہ علیہ کی خدمت میں نواب کلب علی خاں (رامپور) کے وزیر عثمان خاں اور ان کے سیکریٹری نے آکر درخواست کی :

''نواب صاحب حضرت والا کی زیارت کے بے حد آرزومند ہیں''

ناظرین سمجھتے ہوں گے مولانا فورًا ساتھ ہولیے، مگر ان کی عالمانہ شان اور کمالِ استغناء ملاحظہ ہو، نواب صاحب مرحوم کے وزیر عثمان اور اُن کے سیکریٹری کو برجستہ جواب فرمایا :

''نواب صاحب ہی تو میری ملاقات کے مشاق ہیں، میں تو ان کی زیارت کا مشاق نہیں ہوں، اگر ان کو اشتیاق ہے تو خود مجھ سے ملنے آئیں، ان کے پیروں میں تو مہندی لگی ہوئی نہیں ہے'' (سوانح قاسمیؒ ج۱ ص۳۲۲)

یہ آج کا جواب نہیں جب نواب بے چارے نوابی کھو چکے بلکہ اُس زمانے کی بات ہے جب نوابی کے شباب کا زمانہ تھا اور نواب صاحبان اپنے کو مالک الملک تصور کیے بیٹھے تھے جو لوگ عالم کو دیکھنا چاہتے ہیں اس واقعے کو پڑھیں۔ اس واقعے میں ان لوگوں کے لیے بڑا اہم سبق ہے جو محض وہمی دُنیاوی عزت اور چند پیسوں کے لیے مالداروں کی جی حضوری میں لگے رہتے ہیں اور اپنی عالمانہ شان اور انسانی خودداری کی مٹی پلید کرتے ہیں !

تنگ بخشی کو استغنا سے پیغامِ خجالت دے\
نہ رہ منت کشِ شبنم، نگوں جام و سبو کر دے

مولوی غریب نہیں ہوتا غریبی اختیار کرتا ہے :

حضرت نانوتوی رحمة اللہ علیہ ایک خدا رسیدہ بزرگ اور ولی کامل تھے جن کی ولایت کی تصدیق حضرت مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ جیسے قطبِ وقت نے کی تھی دنیا و ما فیہا سے حضرتؒ کو کوئی خاص لگاؤ نہ تھا حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے سچ تحریر فرمایا ہے :

''ملک و مال کے جھگڑے اگر حضرت نانوتوی اپنے سر رکھتے تو یہ سورت ہی کیوں ہوتی ؟ کہیں کے ڈپٹی کلکٹر یا صدر الصدور ہوتے''

چنانچہ آپ کے بہت سے اُستاذ بھائی اپنے وقت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے مگر آپ کسی عہدے کو خاطر میں نہ لائے ہمیشہ اس سے اپنے آپ کو دُور ہی رکھنا ضروری سمجھا ! حیرت ہے کہ آپ نے معاوضے پر اپنے شایانِ شان ملازمت کو قبول نہیں فرمایا لکھا ہے :

''بھوپال سے غالبًا نواب صدیق حسن صاحب کی طرف سے مولانا نانوتوی کی طلبی آئی اور پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کی'' (سوانح قاسمی ج ا ص ۳۵۸)

مگر آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ آپ نے اس سے بھی انکار فرمادیا ! دنیا کہتی ہے کہ مولوی غریب ہوتا ہے، مگر خدارا بتایا جائے کہ اتنی بڑی ملازمت کو ٹھکرا دینا کسی غریب کا کام ہوسکتا ہے ؟ تاریخ کے آئینے میں دیکھیے تو معلوم ہو کہ جو سچا مولوی ہوتا ہے وہ ظاہری اعتبار سے جتنا بھی مفلوک الحال نظر آئے مگر وہ دل کا بڑا غنی ہوتا ہے ! اس کی غنا کی گرد کو بھی کوئی بڑے سے بڑا آدمی نہیں پہنچ سکتا ! حقیقت میں وہ عالم ہی نہیں جو دنیا کا حریص ہو اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ

زبان سے میٹھے اور دل سے بھیڑیے :

حضرت مولانا نانوتوی کے متعلق لکھا ہے :

''حضرت مولانا نانوتوی کو حرام کے طعام سے جیسے نفرت تھی ویسے ہی اس کا احساس بھی بہت جلد کرتے تھے'' (سوانح قاسمی ج ا ص ۳۶۵)

جس کا قلب پاک ہوتا ہے وہ حرام سے کوسوں دُور بھاگتا ہے ! اب اس کا اہتمام کہاں باقی رہا ؟ حالانکہ یہ بنیادی چیز تھی، جب خون ہی حرام مال سے تیار ہوگا تو اس سے حلال کام کی طاقت کیونکر پرورش پائے گی ؟ مولانا نانوتوی کی زندگی کا واقعہ ہے کہ اگر کسی غیر محتاط کی دل شکنی سے بچنے کے لیے اس کی دعوت قبول فرمالیتے اور چند لقمے کھالیتے تو

''گھر پہنچ کر قے کرتے تھے'' (سوانح قاسمی ج ا ص ۳۶۵)

واقعہ ہے، اب عام طور پر پورے معاشرے میں ایسے محتاط بزرگ چند گنے چنے نکلیں تو نکلیں، ورنہ اب تو دعوت کھانے کے بعد احساس بھی نہیں ہوتا کہ مجھے حرام آمدنی سے کھلایا گیا یا حلال آمدنی سے ؟ پیر اور پیرزادوں کا اس سلسلے میں اور ابھی برا حال ہے ! ان کو جو اُمرا (اپنے مالِ حرام سے اپنے مال کو پاک کرنے کی نیت سے) نذرانے دیتے ہیں اسے وہ اپنی تھیلی میں ڈال لیتے ہیں اور ان کے پورے گھرانے کی اسی پر پرورش کا دارومدار ہوتا ہے اور غالبًا یہی وجہ ہے کہ خاندانی اور پیشہ ور پیروں کے لڑکے زبان کے شیریں اور دل کے بھیڑیے ہوتے ہیں اور بڑی حد تک اسی کا نتیجہ ہے کہ ان دلوں میں نور نہیں ہوتا، گو ظاہر زیبائش و آرائش سے چہروں پر نور کی چمک پیدا کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہوں (جاری ہے)

دس باتوں کی وصیت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی

(۱) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا اگرچہ تجھے قتل کردیا جائے اور تجھے جلادیا جائے !

(۲) اپنے ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اگرچہ تجھے حکم دیں کہ اپنے گھر والوں اور مال و دولت کو چھوڑ کر نکل جاؤ !

(۳) فرض نماز قصدًا نہ چھوڑ کیونکہ جس نے قصدًا فرض نماز چھوڑ دی اُس سے اللہ کا ذمہ بری ہوگیا !

(۴) شراب ہرگز مت پی کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے !

(۵) گناہ سے بچ کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی نازل ہوجاتی ہے !

(۶) میدانِ جہاد سے مت بھاگ اگرچہ (دُوسرے) لوگ (تیرے ساتھی) ہلاک ہو جائیں !

(۷) جب لوگوں میں (وبائی) موت پھیل جائے اور تو وہاں موجود ہو تو وہاں جم کر رہنا (اُس جگہ کو چھوڑ کر مت جانا) !

(۸) اور جن کا خرچہ تجھ پر لازم ہے (بیوی بچے وغیرہ) اُن پر اپنا اچھا مال خرچ کرنا !

(۹) اور اُن (بیوی بچوں) کو اَدب سکھانے کے پیشِ نظر اُن سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا !

(۱۰) اور اُن (بیوی بچوں) کو اللہ (کے احکام و قوانین) کے بارے میں ڈراتے رہنا !

(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان رقم الحدیث ٦١)

قسط : ۱

آبِ زم زم

فضائل، خصوصیات اور برکات

﴿ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

آبِ زمزم ایک لطیف و شیریں خوش ذائقہ، زود ہضم، انتہائی برکت فضیلت اور عظمت والا پانی ہے جسے دنیا جہان کے پانیوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہے، آبِ زمزم وہی چشمہ حیات ہے جس نے سیّدہ ہاجرہ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہَا کے قلبِ مغموم ومحزون کو راحت ورأفت کی نویدِ جانفزا سے نوازا ! نیز بلکتے اور تڑپتے ہوئے ایک جاں بلب معصوم شیرخوار کو پیغامِ حیات سنایا !

آبِ زمزم کا چشمہ پانچ ہزار سال سے جاری وساری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا ! اربوں کھربوں انسان اس سے سیراب ہو چکے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے ! اس بے مثال پانی نے اپنے مقناطیسی اثر سے قبیلہ بنو جُرْہُمْ کو اپنا انیس وہم جلیس بنا کر ایک ویرانے کو اسلامی دنیا کا مرکز بنا دیا ! ! !

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے اپنی عفت مآب زوجۂ مکرمہ حضرت ہاجرہ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہَا اور اپنے شیر خوار لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عرب کے سنگلاخ ریگ زاروں میں یک وتنہا، بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے گئے تو ان غریب الوطن ماں بیٹے کا توشۂ حیات چند ہی دنوں میں ختم ہو گیا ! معصوم بچہ پیاس کی شدت سے بے بس ہو کر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگا تو ماں کی مامتا جگر گوشے کا تڑپنا بلکنا کب دیکھ سکتی تھی ؟ وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتی ہوئی کبھی اِس پہاڑ پر چڑھ جاتی تو کبھی اُس پہاڑ پر کہ شاید بچہ کی زندگی کی بقاء کا کوئی ذریعہ ہاتھ لگ جائے اور اس بجھتے ہوئے چراغ کو جلا میسر آجائے ! !

اسی اثناء میں حضرت جبرئیل امین تشریف لائے اور اپنے پاؤں کی ٹھوکر یا ہاتھ کے اشارے یا پر مارنے

سے ایک چشمۂ جاوداں جاری کر دیا، پانی دیکھا تو سیّدہ ہاجرہ کی جان میں جان آگئی ! ان کا پژمردہ چہرہ گلاب کی طرح کھل اُٹھا، غم اور اُداسی خوشی میں تبدیل ہوگئی ! خود بھی شکم سیر ہو کر پانی نوشِ جان فرمایا اور فرزند دلبند کو بھی پلایا جس کی زندگی کا ٹمٹماتا ہوا چراغ پھر جگمگا اُٹھا ! پانی کی حفاظت کی غرض سے چاروں طرف مٹی کی باڑ بھی بنادی۔ حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اگر ہاجرہ اسے بند نہ کرتیں تو آج یہ دریا کی شکل میں ہوتا اور دنیا کو سیراب کرتا ! !

قارئینِ کرام یہ ہے آبِ زمزم کی مختصر تاریخ ! ہمارے سامنے اس وقت بیروت سے طبع شدہ کتاب ''فضل ماء زمزم'' ہے اس کے مرتب ''سائد بکداش'' صاحب ہیں جو نام سے ترکی النسل معلوم ہوتے ہیں، اسی کتاب کے تاریخ کے حصہ کو چھوڑ کر باقی حصہ کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں، عام قاری کی سہولت کے لیے علمی مضامین اور تفصیلات کو ہم نے ترک کر دیا ہے۔

آبِ زمزم کی عمر :

آبِ زمزم کو رُوئے زمین پر ظاہر ہوئے تقریبًا پانچ ہزار برس بیت چکے ہیں۔ مصنف اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں :

> ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے مابین دس صدیوں کا فاصلہ ہے
>
> ''عن محمد بن عمر بن واقد الاسلمی عن غیر واحد من اھل العلم قالوا کان بین ابراھیم وموسی بن عمران علیھما الصلٰوۃ والسلام عشرۃ قرون والقرن مائۃ سنۃ''

محمد بن عمر بن واقد الاسلمیؒ نے بہت سے اہلِ علم حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے مابین دس صدیوں کا فاصلہ ہے جبکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا درمیانی فاصلہ ایک ہزار نو سو برس کا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اور نبی کریم ﷺ کے مابین پانچ سو اُنسٹھ برس کی مدت ہے اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

کے مابین کل مدت تین ہزار چار سو اُنہتر سال ہوئی (۳۴۶۹) پھر اس میں ہم ہجرت سے قبل آپ کی عمر شریف کے ۵۳ سال جمع کریں تو یہ مدت ۳۵۲۲ سال ہو جائے گی ، اس میں مزید ہجرت سے آج تک کا زمانہ (۱۴۴۵) جمع کریں تو یہ مجموعی مدت چار ہزار نو سو سڑسٹھ (۴۹۶۷) سال ہوگئی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے وقت یا آبِ زمزم کے ظہور کے وقت سیّدنا ابراھیم علی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کی عمر ۹۹ برس تھی لٰہذا اس مجموعۂ مدت سے ۹۹ برس ہم منفی کریں گے تو آبِ زمزم کی عمر برآمد ہوگی ۴۹۶۷ - ۹۹ = ۴۸۶۸ سال

گویا آج تک آب زمزم کو روئے زمین پر ظاہر ہوئے چار ہزار آٹھ سو اَڑسٹھ سال بیت چکے ہیں اور یہ چشمۂ صافی جاری وساری ہے اور اِن شاء اللہ قیامت تک جاری وساری رہے گا !

آبِ زمزم کے اسمائے مبارکہ :

ناموں کی کثرت مسمّٰی کی عظمتِ شان پر دلالت کیا کرتی ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے

واعلم بان كثرة الاسامى دلالة ان المسمّٰى سام

آبِ زمزم چونکہ رُوئے زمین میں سب سے بہتر پانی ہے بلکہ تمام پانیوں کا سردار ہے اس کے فضائل ، فوائد ، خصائص ، خیرات ، برکات بھی بہت زیادہ ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے نام بھی بہت سے رکھے ہیں حتیٰ کہ علماء نے اس کے ساٹھ تک نام گنوائے ہیں۔

صاحبِ تاج العروس علامہ زبیدیؒ نے لکھا ہے :

وقد جمعتُ اسمائها فى نبذة لطيفة ، فجاء ت على ما ينيف على ستين اسمًا استخرجتُها من كتب الحديث واللغة . (تاج العروف ج ۸ ص ۳۲۸)

''میں نے آبِ زمزم کے ناموں کو ایک چھوٹے سے رسالہ میں حدیث ولغت کی کتابوں کی مدد سے جمع کیا تو یہ ساٹھ سے زائد ہوگئے''

مصنفِ کتاب کو علامہ زبیدیؒ کا یہ رسالہ تو دستیاب نہیں ہوا لیکن مصنف نے پھر بھی چالیس سے زائد ناموں کو جمع کیا ہے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :

(۱) بَرَکَۃٌ وَ مُبَارَکَۃٌ : برکت کا معنی بڑھوتری، زیادتی، سعادت اور خیر کا زیادہ ہونا اور یہ سب معانی آبِ زمزم میں پائے جاتے ہیں !

(۲) بَرَّۃ : منافع کی کثرت اور پانی کی وسعت کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ نام اس لیے ہے کہ یہ پانی صرف نیک لوگوں کے لیے ہے نہ کہ فاجروں کے لیے اور بعض کے نزدیک یہ بِر (بکسر الباء) سے بنا ہے جس کا معنی عطیہ کے ہیں چونکہ یہ پانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے عطیہ تھا اس لیے یہ نام رکھا گیا !

(۳) بُشْرٰی : حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْھَا کے لیے یہ بہت بڑی خوشخبری تھی اس لیے یہ نام رکھا گیا !

(۴) تُکْتَمْ وَ مَکْتُوْمَۃٌ : یہ زمزم کے کنویں کا نام ہے کیونکہ قبیلہ جُرہم کے بعد اس کے آثار ونشان مٹ گئے تھے حتی کہ حضور نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اسے تلاش کر کے جاری کیا ![1]

(۵) حَرَمِیَّۃ : حرم کی طرف نسبت اور حرم مکی میں ہونے کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے ![2]

(۶) حضرت عبدالمطلب : حضور نبی کریم ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب نے کنویں کے آثار مٹ جانے کے بعد اِسے دوبارہ کھودا تھا اس وجہ سے یہ نام ہے !

(۷) رَکْضَۃُ جِبْرِیل علیہ السلام . رکض کے معنی پاؤں سے ٹھوکر مارنا اور پر مارنا ہے چونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا تھا جس سے آبِ زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑا تھا اسی وجہ سے یہ نام پڑ گیا [3] نیز اس کا نام ھزمة جبریل بھی ہے [4] ہزم کا معنی ہے گڑھا ڈالنا چونکہ حضرت جبریل علیہ السلام کے پاؤں یا پر مارنے کی وجہ سے گڑھا پڑ گیا تھا اس لیے یہ نام ہو گیا نیز اس کا نام ھمزة جبریل بھی ہے [5] ہمز کے معنی دبانے کے ہیں چونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے اس جگہ کو دبایا تھا جس سے پانی نکلا اس وجہ سے ایک نام یہ بھی ہو گیا !

---

[1] النھایة ۴/ ۱۵۱ ، القاموس المحیط (کتم) [2] لسان العرب (حرم)

[3] النھایة ۲/ ۲۵۹ ، القاموس المحیط (رکض) [4] النھایة ۵/ ۲۶۳ [5] القاموس المحیط (ھمز)

(۸) اَلرَّوَاءُ و مُرْوِیَة : اس کے معنی ہیں سیراب کرنا اور سیراب کرنے والا ! چونکہ یہ پانی سب کو سیراب کرتا ہے اس وجہ سے یہ نام رکھا گیا [۱]

(۹) زَمْزَمْ : پانی کی کثرت کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے [۲] بعض کے نزدیک زمزم آبِ زمزم ہی کے لیے خاص ہے کسی اور پر اِس کا اِطلاق درست نہیں ہے، بعض کے نزدیک چونکہ حضرت ہاجرہ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْھَا نے پانی کو روک لیا اور اس کی حفاظت کی اس وجہ سے یہ نام ہے۔ اور بعض کے نزدیک اُس آواز کی وجہ سے یہ نام ہے جب یہ پانی پھوٹا تھا تو اس میں آواز پیدا ہوئی تھی ! [۳]

(۱۰) سَابِقٌ : کیونکہ آبِ زمزم کو دیگر تمام پانیوں پر تقدم، سبقت اور فضیلت حاصل ہے !

(۱۱) سَالِمَةٌ : کیونکہ اس میں سلامتی اور عافیت پائی جاتی ہے ! [۴]

(۱۲) سِقَیَاةُ اللّٰہِ : اسماعیل علیہ السلام !

(۱۳) سِقَایَةُ الْحَاجِّ : حاجیوں کو سیراب کرنے والا !

(۱۴) سَیِّدَةٌ : کیونکہ یہ تمام کا سردار ہے ! [۵]

(۱۵) شَبَّاعَةُ الْعَیَّال : اس لیے کہ یہ پانی تمام گھر والوں کی بھوک پیاس کو مٹاتا ہے !

(۱۶) شَرَابُ الْاَبْرَارِ : اس لیے کہ نیک لوگ اسے پیتے اور اس سے محبت کرتے ہیں !

(۱۷) شِفَاءُ سُقْم : اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر بیماری سے شفا ہے !

(۱۸) صَافِیَةٌ : اس لیے کہ یہ تمام کدورات سے پاک ہے ! [۶]

(۱۹) طَاھِرَةٌ : بمعنی پاکیزہ، اس لیے کہ یہ تمام عیبوں اور نقائص سے بالکل پاک اور صاف ہے !

(۲۰) طَعَامُ طُعْمٍ : لٰہذا جس شخص نے اسے سیر ہونے کی نیت سے پیا تو یہ غذا کا بھی کام دے گا !

(۲۱) طَعَامُ الْاَبْرَارُ : اس نام کو یاقوت نے معجم البلدان میں ذکر کیا ہے نیز اس کے ساتھ دوسرا نام شراب الابرار بھی لکھا ہے ! [۷]

---

[۱] الروض الانف ج ۱ ص ۱۷۱، النہایة ج ۲ ص ۲۷۹ [۲] شرح مسلم للنوویؒ ۸/ ۱۹۴
[۳] فتح الباری ۳/ ۴۹۳ [۴] لسان العرب (سلم) ۱۲/ ۲۸۹ [۵] تاج العروس (سود)
[۶] تہذیب الاسماء واللغات للنوویؒ ج ۳ ص ۱۳۹ [۷] معجم البلدان ج ۳ / ۱۴۸

(۲۲) طَیِّبَة : طیب ہراُس چیز کو کہتے ہیں جن سے حواسِ خمسہ کو لذت حاصل ہوتی ہے، آبِ زمزم بھی مومنین کے لیے ایسا ہی ہے !

(۲۳) ظَاهِرَة : یعنی اس کے منافع واضح اور ظاہر ہیں !

(۲۴) ظبية :

(۲۵) عَاصِمَة : کیونکہ جو شخص خوب سیر ہو کر آبِ زمزم پیے تو وہ نفاق سے محفوظ اور بری ہو جاتا ہے !

(۲۶) عَافِيَة : عافیت دینے والا یعنی جو شخص بھی شفاءِ امراض کی نیت سے پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے امراض سے عافیت نصیب فرماتے ہیں ! لٰہذا لاعلاج امراض کا علاج بھی اس میں اللہ نے رکھا ہے !

(۲۷) عِصْمَة : یعنی یہ کھانے کا بھی کام دیتا ہے !

(۲۸) عَوْنَة :

(۲۹) غِيَاثٌ : حضرت ہاجرہ سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْهَا اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے (غیبی) مدد تھی !

(۳۰) كَافِيَةٌ : کیونکہ یہ ہر شخص کی ہر حاجت کو پورا کرنے والا ہے !

(۳۱) مَأثر العباسؓ بن عبدالمطلب : اس لیے کہ حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس کو آبِ زمزم کا کنواں عطا فرمایا اور آپ کو اور آپ کی آل کو آبِ زمزم پلانے پر مقرر فرمایا جس طرح بنی شیبہ کو کعبہ مشرفہ کی خدمت اور تولیت عطا فرمائی اور بیت اللہ کے دروازے کی چابی ہمیشہ کے لیے ان کی ہوگئی !

(۳۲) مُجْلِيَةُ الْبَصَرْ : یعنی نظر کو تیز کرنے والا۔ آبِ زمزم کو دیکھنا نظر کو تیز کرتا ہے بینائی بڑھاتا ہے !

(۳۳) مَضْنُوْنَةٌ : غیر مومن اور منافق اسے پیٹ بھر کر نہیں پی سکتا اور بعض کے نزدیک اس نام کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں حضرت عبدالمطلب کو کہا گیا تھا احضر المضنونة یعنی مضنونہ کو کھود دیئے اسی وجہ سے یہ نام پڑ گیا !

(۳۴) مُعْذِبَةٌ : خوشگواری پیدا کرنے والا !

(۳۵) مُغْذِيَةٌ : غذا سے بنا ہے یعنی غذا پہنچانے والا، اس کے پینے سے بھوک مٹتی ہے !

(۳۶) مُفَدَّاۃٌ : اس کی عظمتِ شان کی وجہ سے لوگ اس پر فدا ہوتے ہیں !

دوسری وجہ اس نام کی یہ ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کو زمزم کے کنویں کو کھودنے کا حکم دیا گیا تو قریش نے آپ سے جھگڑا کیا اور سختی کی تو حضرت عبدالمطلب نے یہ نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کنواں کھودنے کی توفیق دی اور یہ کام مکمل ہوگیا تو وہ اپنے دس بیٹوں میں سے ایک کو اللہ کے راستے میں قربان کردیں گے پھر جب یہ کنواں کھد گیا تو اپنے بیٹوں میں قرعہ اندازی کی تو ہر مرتبہ نبی کریم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کے نام قرعہ نکلا ! چونکہ یہ تمام صاحبزادوں میں انہیں محبوب تھے اس لیے ان کی جگہ سو اُونٹوں کو قربان کیا گیا اس وجہ سے اس کنویں کا نام مُفَدَّاۃٌ پڑ گیا !

(۳۷) مُؤْنِسَۃٌ : مومن

(۳۸) مَیْمُوْنَۃ : یمن سے ماخوذ ہے یعنی برکت والا !

(۳۹) نَافِعَۃٌ : نفع دینے والا !

(۴۰) لَا تُنْذَفُ وَلَا تُذَمّ : یعنی کثرتِ استعمال کی وجہ سے اس کا پانی ختم ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے !

مصنف نے تقریبًا چون اسماءِ مبارکہ ذکر کیے ہیں باقی ہم نے ترک کردیئے ہیں۔ (جاری ہے)

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے جاسکتے ہیں

www.jamiamadniajadeed.org/maqalat

ربیع الاوّل، اُسوۂ رسول اور ہمارا طرزِ عمل

﴿ مولانا نورالحق فیض صاحب زوبی، فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ، کراچی ﴾

محسنِ کائنات کی بعثت سے قبل رُوئے زمین پر سچے اور صحیح عقیدے کا کہیں وجود نہ تھا، توحید کی روشنی دم توڑ گئی تھی، فتنوں کے طوفان میں حسنِ اخلاق کا چراغ بجھ گیا تھا، بداخلاقی عروج پر تھی، دنیا حقوق العباد کا درس بھلا چکی تھی ! حسنِ معاشرت عنقاء ہوگیا تھا، غرض دنیا کے حالات اس بات کی متقاضی تھے کہ کوئی مصلحِ اعظم، معلمِ اخلاق ہو جو دنیا کو گمراہی و بداخلاقی کے دلدل سے نکال کر راہِ راست پر لائے ! تو ربِ کائنات نے حضرت محمد ﷺ کو دنیا کے حالات بدلنے اور انسانوں کو صراطِ مستقیم پر لانے کے لیے مبعوث فرمایا ! آپ نے کرۂ ارض پر توحید کے چراغ روشن کیے تمام انسانوں کو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے جھنڈے تلے جمع کیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے جو ہر قسم کی جہالت اور گمراہی میں گھری ہوئی تھی، تعلیم دے کر ان کے ظلم وستم وتعدی کو عدل وانصاف سے اور ان کی خشونت اور درشت مزاجی کو حلم اور بردباری سے ! اور ان کی جہالت کو علم ومعرفت سے ! اور ان کی باہمی بغض اور عداوت کو محبت اور اُلفت سے ! اور ان کی شقاوت اور ضلالت کو سعادت اور ہدایت سے ! اور ان کی عصیان کو اِطاعت سے ! اور تفرق وتشتت کو اِجتماع سے ! ضعف کو قوت سے ! خیانت کو امانت سے ! اور فحش و بے حیائی کو غیرت وعفت سے ! اور احسان سے رزائل کو شمائل سے بدل دیا ! اور علوم الٰہیات اور علومِ نبوت، علوم معاشرت اور علومِ معاش ومعاد اور علومِ اخلاق اور علومِ عبادت، معاملات، علوم سیاست ملکیہ ومدنیہ میں رشکِ افلاطون اور اُستاد حکمائے عالم بنادیا ! !

انسانوں سے لے کر حیوانوں تک کے حقوق کو متعین کیا ! انسانوں کو گمراہی کی وادی سے نکال کر ہدایت کی شفاف راہ پر لائے ! انہیں قرآن وسنت کی اتباع کا حکم دیا ! اُمت کو بتایا کہ اسلام کے ماسوا ہر راہ گمراہی کی ہے اور بارگاہِ خداوندی میں خشوع وخضوع، رکوع وسجود اور سوال

مغفرت ورحمت اور توبہ واَنابت کے وہ طریقے بتائے کہ جن کا نہ کسی آسمانی کتاب میں پتہ ہے اور نہ زمینی کتاب میں ! ! !

شریعتِ محمدیہ نے مکارمِ اخلاق کی ایسی تکمیل اور تتمیم کی کہ کوئی ظاہری و باطنی خلق حسن اور خصلتِ محمودہ ایسی نہ چھوڑی جس کی تاکید اکید نہ کی ہو جیسے حِلم وصبر، رضا و تسلیم، زُہد و قناعت، اخلاص و توکل، حبِ الٰہی اور اشتیاقِ لقائے خداوندی، ذکر اور شکر، فقراء و مساکین کے ساتھ احسان اور مواسات، اربابِ دنیا سے احتراز واِجتناب، اَکابر کی توقیر و تکریم اور اصاغر پر شفقت اور ترحم ! وعلٰی ہذہ الاخلاقِ ذمیمہ میں سے کوئی ظاہری و باطنی خلق رذیل ایسا نہیں چھوڑا جس کے ترک کی تاکید اور اس کے ارتکاب پر تہدید اور وعیدِ شدید نہ کی ہو جیسے کبر و حسد اور حبِ مال اور حبِ جاہ ! ! !

بنابریں دینِ اسلام لوگوں کے دلوں میں رچ بس گیا اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر مر مٹنے کے لیے تیار ہوگئے، حضور اکرم ﷺ کی بتلائی ہوئی راہ ان کے لیے فلاحِ دارین کی راہ بن گئی !

لیکن آج معاملہ اس کے برعکس ہے، لوگ دینِ اسلام سے دُور ہوتے چلے جارہے ہیں ! خاندانی وعلاقائی رسم و رواج کے بندھن میں بند ہوتے چلے جارہے ہیں ! دین کے نام پر مختلف قسم کی رُسومات نے جڑیں گاڑھ لی ہیں ! حسنِ اخلاق کا آفتاب اوجھل ہوتے دکھائی دے رہا ہے، دوسروں کو اَذیت دینے کا منحوس چرخہ مسلسل گھوم رہا ہے خصوصاً وہ مہینہ جو ہمارے لیے خوشی کا باعث تھا جس ماہ میں نبی کریم ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے جس کے بعد غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئی تھیں، دوسروں کو تکلیف دینے کا دروازہ بند ہو گیا تھا، جس کے بعد مسلم اُمت اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئی تھی، اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَجَسَدٍ وَّاحِدٍ کی تصویر واضح تھی !

لیکن افسوس صد افسوس ! آج اسی مہینے میں سب سے زیادہ بے دینی ہوتی ہے، یہی مہینہ سب سے زیادہ تکلیف دہ واَفسردہ ہے ! عشقِ رسول کے نام پر دوسروں کا جینا حرام کردیا گیا، حب النبی کے خوبصورت نعرے کی آڑ میں اپنے من کی شرارت کی جارہی ہے، وہ بازار جو اَبغض جگہ تھی،

آج وہاں عشق رسولِ کے نام پر مخلوط بھنگڑے ڈالے جا رہے ہیں ! آپ جس موسیقی کو ختم کرنے کے لیے تشریف لائے تھے آج اُسی موسیقی کو میلادِ رسول کے نام سے پروگرام میں پوری ڈھٹائی سے عام کیا جا رہا ہے ! نعت گوئی گویا ڈھول باجوں میں گم ہو کر رہ گئی ہے ! موسیقی تو موسیقی ہے یہاں تو کلماتِ مقدسہ کی بے حرمتی کا بازار بھی عروج پر ہے ! ربیع الاوّل میں بینر لگائے جاتے ہیں جن پر نعلینِ مبارک، کلمہ اور درود لکھا ہوتا ہے، ہوائیں اسے اُڑاتی ہیں اور وہ تار تار ہو جاتے ہیں، گٹروں میں گر جاتے ہیں جہاں ان کی جھاڑئیں بنالی جاتی ہیں ! اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے نام کی بڑی بے حرمتی ہوتی ہے اور ہزاروں لاکھوں روپے نالوں میں بہہ جاتا ہے ! ! !

بس ہر طرف نافرمانی اور چیخ و پکار ہے ! نہ کسی مریض کی فکر ! اور نہ کسی مجبور کا غم ! بس ہم تو ٹھہرائے عاشقِ رسول یا للعجب ! یہ کیسا عشق ہے بھلا !

کیا یہ اُسوۂ رسول ہے ؟ ؟ کیا یہ عشقِ نبی ہے ؟ ؟ کیا یہ دینِ شریعت ہے ؟ ؟ کیا خیر القرون کا ربیع الاوّل بھی ایسا تھا ؟ نہیں ! نہیں ! ہرگز نہیں تھا ! ! تو خدارا اَب ہمیں ان حماقتوں سے باز آجانا چاہیے ! ہمیں اپنی زندگی کو اُسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھالنا چاہیے ! اور مومن کا ہر لمحہ ربیع الاوّل ہونا چاہیے چنانچہ ہم حوضِ کوثر کے طلبگار اور شفاعتِ محمد ﷺ کے اُمیدوار نبی کریم کے قدم بقدم چلتے ہوئے ان تمام چیزوں کو چھوڑنا چاہیے جو نبی کے طریقے پر نہیں کیونکہ جامِ کوثر اُن ہی اُمتیوں کو ملے گا جو آپ کی اتباع کرتے ہیں !

یاد رکھیے ! سنت ایک نور ہے ! بدعت ایک ظلمت ہے ! ہم نور کے ساتھی ہیں، ظلمت تو کافروں کے لیے ہے ! ! !

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

یکم صفر ۱۴۴۵ھ/ ۱۹؍ اگست ۲۰۲۳ بروز ہفتہ جمعیة علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کی مشاورت سے حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم کو آئندہ کے جماعتی انتخابات تک بحیثیتِ صوبائی امیر پنجاب نامزد کیا گیا ! اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۵؍ صفر ۱۴۴۵ھ/ ۲۳؍ اگست بروز بدھ جمعیة علماء اسلام صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کا اجلاس جامعہ مدنیہ جدید میں امیر جمعیة علماء اسلام صوبہ پنجاب شیخ الحدیث مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا، اجلاس میں جمعیة علماء اسلام پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری سینیٹر حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری مدظلہم مہمانِ خصوصی اور مرکزی ناظم مولانا محمد امجد خان صاحب نے شرکت فرمائی حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری مدظلہم کی افتتاحی گفتگو کے بعد اجلاس میں صوبہ پنجاب کی جماعتی صورتحال کے متعلق اَراکین مجلس عاملہ کی مشاورت سے ضروری فیصلے کیے گئے۔ اجلاس میں صوبہ پنجاب کی سیاسی صورتحال، آئندہ عام انتخابات اور تنظیمی اُمور پر غور وخوض کیا گیا۔ اجلاس میں مولانا محبّ النبی صاحب، ناظم اعلیٰ صوبہ پنجاب مولانا حافظ نصیر احمد صاحب احرار، صاحبزادہ سعید احمد صاحب، مفتی مظہر صاحب اسعدی، مولانا سیّد زکریا صاحب، راؤ عبدالقیوم صاحب، ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب، عبدالمعین صاحب قریشی، نور خان صاحب، احتشام الحق صاحب، غضنفر عزیز صاحب، مولانا عبدالخالق صاحب اور صوبائی سالار عبدالمجید صاحب توحیدی نے شرکت کی۔

اجلاس میں سابق امیر مرکزیہ جمعیة علماء اسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ، حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب وحضرت مولانا سید مسعود میاں صاحب کی والدة ماجدةؒ کے لیے دُعائے مغفرت بھی کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

۲۶؍ اگست کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم جمعیة علماء اسلام اقبال ٹاؤن کے زیر اہتمام ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے اور مختصر بیان فرمایا۔

﴿ قائد جمعیۃ کی تعزیت کے لیے آمد ﴾

۳۰؍ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ/ ۱۸؍ اگست ۲۰۲۳ء شب ِ جمعہ بعد عشاء قائدِ جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب و مولانا سید مسعود میاں صاحب سے ان کی والدہ کی تعزیت کی بعد ازاں رات گیارہ بجے واپس تشریف لے گئے۔

۷؍ اگست کو حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب، مولانا محمد عابد صاحب، مولانا محمد عمران صاحب، مولانا مفتی محمد سلمان صاحب لاہور سے حضرت مہتمم صاحب کی والدہ صاحبہ کی تعزیت کے لیے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔

۲۰؍ اگست کو جناب بلال میر صاحب اور ان کے ہمراہ صوبائی وزیر خیبر پختونخواجناب منظور خان آفریدی صاحب حضرت مہتمم صاحب کی والدہ صاحبہ کی تعزیت کے لیے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے

۲۱؍ اگست کو حضرت مولانا مفتی سلمان یٰسین صاحب مدظلہم کراچی سے حضرت مہتمم صاحب کی والدہ صاحبہ کی تعزیت کے لیے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔

۲۲؍ اگست کو صاحبزادہ خواجہ سعید احمد صاحب کندیاں میانوالی سے حضرت مہتمم صاحب کی والدہ صاحبہ کی تعزیت کے لیے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔

۲۷؍ اگست ۲۰۲۳ بعد ظہر معہد الخلیل الاسلامی کراچی کے مہتمم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مدنی مدظلہم کراچی سے حضرت مہتمم صاحب کی والدہ صاحبہ کی تعزیت کے لیے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اسی روز بعد عصر شاعرِ ختم نبوت جناب سید سلمان صاحب گیلانی و دیگر حضرات بھی تعزیتِ مسنونہ کے لیے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔

۲۷؍ اگست دو پہر دو بجے سینیٹر و ترجمان پی ڈی ایم جناب حافظ حمداللہ صاحب حضرت مہتمم صاحب کی والدہ صاحبہ کی تعزیت کے لیے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔

۲۸؍ اگست کو صاحبزادہ حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہم کندیاں میانوالی سے حضرت کی والدہ صاحبہ کی تعزیت کے لیے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے ان کے ہمراہ شاہد اسرار صاحب بھی تھے

وفیات

﴿ خانوادۂ حامد میاںؒ کو صدمہ ﴾

☆ ۱۹ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ/ ۶ /اگست ۲۰۲۳ء بعد نمازِ عشاء اتوار اور پیر کی درمیانی شب بانی جامعہ مدنیہ جدید وقدیم وسابق امیر مرکزیہ جمعیة علماء اسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ، حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب وحضرت مولانا سید مسعود میاں صاحب کی والدۂ ماجدہؒ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئیں ! اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ . اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھَا وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھَا وَاغْفِرْلَنَا وَلَھَا وَاجْمَعْنَا مَعَھَا فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ .

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے ، آمین !

☆ ۱۲ /محرم الحرام ۱۴۴۵ھ/ ۳۱ /جولائی ۲۰۲۳ء کو دارُالعلوم کبیر والا کے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب رحمة اللہ علیہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے !

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین ۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ، آمین ۔

علم میراث کے مشقی سوالات کا انسائیکلوپیڈیا

تمرین المیراث

صرف شائقینِ علمِ میراث کیلئے

الحمدللہ ! منصہ شہود پر

یہ کتاب تمرین المیراث

صرف علم میراث کے شائقین اور متخصصین کے لیے خاص طور پر ترتیب دی گئی ہے، ذوی الفروض، عصبات، عول، رد، تصحیح کے ابحاث کو 16 ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، ہر باب میں پہلے متعلقہ مضمون کو سلیس اور آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے، طریق حصر، جدید جداول، نقشے، فوائد منفرد انداز میں بیان کیے گئے ہیں،

سو سے زائد حل شدہ مثالوں کے علاوہ سینکڑوں مشقی سوالات پر مشتمل عملی کتاب "ورک بک" ہے۔

اساتذہ میراث کیلئے انتہائی آسانی۔ طلبہ و طالبات کیلئے دلچسپ بھی اور بے حد مفید بھی۔ ہر وارث کے احوال کی خوب مشق ہر سوال کے جواب کیلئے مناسب خالی جگہ، بھی مدارس کے نصاب میں شامل ہے،

اس کی تمرینات حل کرنے کے بعد اب علم میراث مشکل نہ رہے گا۔ ان شاء اللہ!

تعداد محدود ہیں

کل صفحات۔352 سائز تقریبا "8"x11

خوبصورت سرورق۔ چار کلر

جامعۃ الفرائض

jamiatulfaraidh

پورے پاکستان میں کتب پارسل کی سہولت 03355640494

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

+92 - 333 - 4249302 +92 - 333 - 4249301

+92 - 335 - 4249302 +92 - 345 - 4036960

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67

+92 333 4249302
+92 335 4249302
+92 333 4249302
jamiamadniajadeed
jmj786_56@hotmail.com
jamiamadnia.jadeed
jmj_raiwindroad
jamiamadniajadeed.org